OPEN ACCESS
*Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)*
www.tadabburjournal.com
Peer Reviewed Journal
ISSN (print):
ISSN (online):

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia (TUIRJ)
Volume:2, Issue:1, January 2021

# پاکستان کے موسمی حالات کے تناظر میں شجر کاری کی اہمیت: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تنقیدی جائز

# The Importance of tree planting in the context of Pakistan's climatic condition

## Critical review in the light of Islamic Teaching

**Published**:
01-01-2021
**Accepted**:
10-10-2020
**Received**:
08-09-2020

ڈاکٹر محمد ارشد
(صدر شعبہ اردو)
گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج سیکٹر 11 بی نارتھ کراچی، کراچی

**Abstract:**

Under this paper it is illustrated that no reasonable person can deny the importance of forests in human life. Life cannot be imagined without plants. Unfortunately, Pakistan ranks third among those eleven countries where climate changes effecting the environment. In the name of progress, we are gifted a rapid deforestation. We should plant new forests so that they yield of flowers, plants and honey can be obtained on a large scale. The most merciful Allah had bestowed the streams and garden upon the primitive nations but when they turned their backs of the divine teachings, Almighty Allah took back his blessings from them. Trees are declared as the divine blessing in the Quran. The Holy Prophet (P.B.U.H) declared the plantation as an eternal benefit. Not only this but in his Madinah period, He set many greeneries where the fodder for horses and camels was also provided and trees were also planted. The government and the forest department should create awareness of the importance of forests, and facilitate them in plantation. Specially children should be taught the importance of trees. Botanical research should be welcomed and encouraged. We should keep in our mind that we exist if forests exist in the world.

**Key Words:** Plantation, Forests, Climate changes, Deforestation, Botanical Gardens

؎ کوئی بھی رُت ہو چمن چھوڑ کر نہیں جاتے　　　　　　چلے بھی جائیں پرندے، شجر نہیں جاتے

درخت کو عربی زبان میں شجرۃ کہتے ہیں اس کی جمع اشجار ہے، جبکہ اردو میں اسے پیڑ یا درخت بھی کہتے ہیں البتہ لفظ شجر بھی اردو زبان میں مستعمل ہے۔ انہی درختوں اور اشجار کے طویل سلسلے کو اردو میں جنگلات جبکہ انگریزی میں اسے Forest کہا جاتا ہے جبکہ شجر کاری کے لیے Planting Trees کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اس کام کو التشجیر والتغریس کہا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں درخت کاری، اصطلاح میں اس سے مراد درخت لگا کر اپنی آمدنی اور روزگار کا بہتر انتظام کرنا ہے(IA) صحابہ کرام بالخصوص انصاری صحابہ کرام کا پیشہ زراعت تھا اور وہ کھجوروں

وغیرہ کے باغات لگاتے تھے(۱) قرآن پاک کی متعدد سورتوں میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالی نے درختوں یا باغات کا تذکرہ فرمایا ہے، مثال کے طور پر اللہ پاک فرماتا ہے؛

وھو الذی انشا جنت معروشت وغیر معروشت والنخل والزرع مختلفاً اکلہ والزیتون والرمان متشابھاً وغیر متشابہ ط

وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغات اور نخلستان پیدا فرمائے اور کھیتیاں اگائیں جس سے قسم قسم کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں، زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل صورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہیں۔(۲)

قوم عاد کو طرح طرح کے انعامات سے نوازہ اور ہر طرح سے انہیں خوشحالی عطا فرمائی بجائے شکر گزاری کے انہوں نے کفر کی روش اختیار کی، بلکہ اس میں اور بڑھتے چلے گئے، حالانکہ اللہ نے انہیں جانور، اولادیں، باغات اور میٹھے پانی کے چشمے عطا کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

امدکم با نعام وَ بنین ° جنت وَ عیون °(۳)

یعنی مویشیوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی، اور باغات اور چشموں کے ذریعے سے۔

آج قوم عاد کے اصل وطن الاحقاف کی موجودہ حالت دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ یہاں کبھی ایک شاندار تمدن رکھنے والی طاقت ور قوم آباد ہو گی، آج اس جگہ کی حالت یہ ہے کہ ایک لق ودق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی کوئی ہمت نہیں کر سکتا،(۴) یہی بات اللہ نے قوم ثمود سے فرمائی

فی جنت و عیون ° و زروع ونخل طلعھا ھضیم°(۵) اور کھیتوں اور کھجور کے باغات میں، جن کے شگوفے نرم ونازک ہیں۔

اس قوم کی تباہی وبربادی کے بعد وہ حسین وجمیل مناظر فطرت، وہ باغات بھی صفحہ ہستی سے نہ صرف مٹا دیے گئے بلکہ اس جگہ کو اللہ پاک نے بطور سزا کے صحرا میں بدل دیا، قوم کی ناشکری کی سزا کی وجہ سے دنیا کا ظاہری حسن درختوں، پودوں کو بھی وہاں سے غائب کر دیا گیا۔

مشہور مورخ آرٹی میڈروس جو ۱۰۰ قبل مسیح (یعنی سبا کے عہد آخر میں) شہر افسس کا باشندہ تھا لکھتا ہے کہ سبا کا بادشاہ اور اس کا ایوان مارب میں ہے جو ایک پر اشجار پہاڑ پر واقع ہے، خوشحالی کا زمانہ ہے، میووں کی کثرت ہے، جس کے سبب لوگ سست اور ناکارہ ہو گئے ہیں، اور خوشبودار درختوں کی جڑوں میں لیٹے پڑے رہتے ہیں، جلانے کی عام لکڑی کے بجائے دار چینی اور صندل کی خوشبودار لکڑی جلاتے ہیں، اسی طرح یونانی مورخ اگا تھر شیڈس ۱۴۵ قبل مسیح بیان کرتا ہے کہ اندرونِ ملک بخورات، دار چینی اور چھوہارے کے گنجان جنگل ہیں ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلتی ہے درختوں کی اقسام کی کثرت تنوع کے سبب اس خوشبو کو کوئی نام دینا یا اس کی تعریف

کرنا مشکل ہے، خوشبو جو اس میں سے اڑتی تھی وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں جو اشخاص اس زمین سے دور ساحل پر سے بھی گزرتے ہیں وہ بھی جب ساحل کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔(۶)

حافظ ابن کثیر تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ اگر ایک عورت کسی بھی موسم میں سر پر خالی ٹوکری رکھ کر باغات کے اندر سے گزر جاتی تو ہاتھ لگائے بغیر ہی اس کی ٹوکری پکے ہوئے پھلوں سے بھر جاتی تھی۔(۷) قومِ سبا کے جن باغات کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے ان کا سلسلہ سینکڑوں میل تک اس طرح پھیلا ہوا تھا کہ وہ خوشبو دار گھنے درختوں کے سایوں تلے سے گزرتے ہوئے شمال میں فلسطین اور شام تک جا پہنچتے تھے مگر انہیں سفر کی کلفتیں محسوس نہ ہوتی تھیں۔ آج ماہرین چیخ رہے ہیں کہ دنیا میں صاف آب و ہوا اور ماحولیاتی مسائل سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر ملک اپنے پچیس فیصد رقبے پر لازماً جنگلات لگائے اور ان کا تحفظ کرے، انسان کی بیش بہا ضروریات انہی جنگلات کی مرہونِ منت ہیں۔ اگر ان جنگلات کو ایک لمحے کے لیے منظر نامے سے ہٹا دیا جائے یا خدانخواستہ یہ درخت کسی آفاقی حادثے کے سبب غائب ہو جائیں تو زمین پر زندگی کا تصور ہی ناپید ہو جائے گا، اسی طرح ساحلی بستیوں خصوصاً کراچی جیسے شہر کو طوفان جیسی تباہی سے محفوظ رکھنے کے لیے ہزاروں برس پرانے طریقے یعنی تمر (مینگروز) کے درخت لگائیں، خوش قسمتی سے آٹھ اقسام کے تمر کے جنگلات بلوچستان میں موجود ہیں ان درختوں کو سائنسی اصطلاح میں Halophytes کہا جاتا ہے ان درختوں میں شوریت برداشت کرنے کی قوت موجود ہے، دنیا بھر سے ساحلوں پر زیادہ تر یہی تمر کے درخت جنگلات کی شکل میں پائے جاتے ہیں، انہی درختوں کی جڑوں میں آبی مخلوقات انڈے بچے دیتی ہیں، ساحلوں پر یہی درخت موسم کو اعتدال پر رکھتے ہیں، یہی درخت زلزلوں اور سونامی کے خلاف دیوار بنتے ہیں، ماضی قریب میں آئی یو سی این اور ڈبلیو ڈبلیو ایف کی کوششوں سے تمر کی نرسریاں بنائی گئی تھیں بلکہ لاکھوں پودے لگائے بھی گئے تھے لیکن بد قسمتی سے لینڈ مافیا اور ہاؤسنگ اسکیمز کے تحت ساحلی علاقوں سے تمر کے درخت بیدردی سے کاٹے گئے(۸) اشجار و جنگلات ہماری غذائی ضروریات کے علاوہ ایندھن اور سایہ وغیرہ بھی مہیا کرتے ہیں اگرچہ ایندھن کی بڑی ضرورت تو قدرتی گیس پوری کر رہی ہے مگر پھر بھی ہر جگہ گیس کی سہولت نہ ہونے کے سبب لکڑی جلانے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے پھر یہی درخت ہمیں پھل، پھول کے علاوہ بیماریوں سے تحفظ بھی دیتے ہیں یوں سمجھیے کہ درختوں کی جڑ، چھلکے، بیج اور پتے وغیرہ حکماء و اطباء صدیوں سے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔(۹) ہجرت مدینہ سے پہلے ہی یثرب باغات کی سرزمین کہلاتا تھا، زرخیز زمین کی وجہ سے یہاں کے لوگ باغات کے بہت شوقین تھے اسی بات کی رعایت فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت یہ کوشش فرمائی کہ وہاں موجود کھجوروں کے درختوں کو کم سے کم نقصان پہنچے، دیگر روایات کے مقابلے میں ابن خلدون کی یہ روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ نصف کے قریب اشجار کٹادیے گئے جو پشتہ باندھنے کے کام میں لائے گئے، قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی، حجرات برائے ازواجِ مطہرات اور دیگر عمارات بنانے کے لیے بھی یہی درخت جو کاٹے گئے تھے کام میں لائے گئے، باقی نصف درختوں کو رہنے دیا گیا مسجد نبوی کے دروازوں کے قریب کھجوروں کے درختوں کا ذکر کتب حدیث میں بھی ملتا ہے۔(۱۰)

اسلام سے پہلے الحمیٰ سے مراد ہر وہ سبزہ زار تھا جس سے چراگاہ مراد لی جاتی تھی، مگر حضور ﷺ نے مخصوص معنی دے کے امت مسلمہ کو اس کارِ خیر کی رغبت دلائی۔ حضرت حسن بن جثامہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا لا حمیٰ الا للہ یعنی چراگاہ کا اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، حضرت امام شافعی نبی کریم ﷺ کے حوالے سے ایک قول نقل کرتے ہیں لا حمیٰ الا اللہ و رسولہ چراگاہوں پر اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کا حق نہیں۔(۱۱) ایک چراگاہ نقیع کے نام سے تھی جس کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں پانی وافر ہو یا اس کی بہتات ہو، یہ مدینہ منورہ سے کوئی بیس فرسخ پر واقع تھی اس کے چاروں طرف پہاڑ اور بیچ میں زرخیز ہموار وادی تھی آپ ﷺ نے سب

سے پہلے اسی چراگاہ کو قومیانے کا شرف بخشا اور اس کے متعلق ارشاد فرمایا الحماہ لخیل للمسلمین ورکابھم یعنی یہ چراگاہیں گھوڑوں اور ان کے سواروں کے لیے مخصوص ہیں۔(۱۲) اس چراگاہ میں سبزیاں، پھول اور جنگلی قسم کے درخت جن میں گل لالہ (شقراء) بیری، سیال (ایک کانٹے دار سفید دراز قد درخت) غرف (اس کے پتوں سے چمڑا رنگا جاتا تھا) کیکر، کھجوریں، فصلوں میں جو اور گیہوں غرض اس کے مختلف حصوں میں درخت اور سبزیاں لگائی گئیں اور یہ خطہ اس قدر پھلا پھولا کہ اگر اس میں گھڑ سوار داخل ہو جاتا تو نظر نہ آتا تھا مزارح المدنی کہتے ہیں کہ ایک بار آپ ﷺ نقیع میں تشریف لائے تو فرمایا:

نعم المرتع الا فراس یحمیٰ لھن و یجاھد یھن فی سبیل اللہ

نقیع گھوڑوں کے لیے بہترین چراگاہ ہے، انہیں یہاں خوب چراؤ، اللہ کی راہ میں ان پر سوار ہو کر جہاد کرو۔ اسی طرح ایک چراگاہ ربذہ نامی بھی تھی جس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا الربزہ لا یل صدقہ یعنی زبدہ اونٹوں کے لیے صدقہ ہے (۱۳) اس کے علاوہ "بنی اکل المراءمنازل "اشرف اور ربزۃ مدینہ منورہ سے پیدل تین دن کی مسافت پر کے مقام پر نجد جہاں مسجد اور کنواں بھی حضرت ابو ذر غفاری کے نام سے منسوب ہے۔ مکہ مکرمہ سے گیارہ دن کی مسافت پر بصرہ جاتے ہوئے ایک مقام ضریہ کہلاتا ہے، یہ چراگاہ حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ کی والدہ ضریہ بنت نزار کے نام سے منسوب ہے، ارض بنی سعد سے کوفہ جاتے ہوئے راستے میں جبل احمر سے گیارہ میل کے فاصلے پر واقع تھی، اسی طرح رحیمہ، افعی، غیر، جشجاشہ اور الضباب وغیرہ بھی معروف چراگاہیں تھیں، اور منیٰ کے قرب وجوار میں جبل فارم کے دامن میں واقعہ تھیں، جسے وفاالوفاء میں قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے (۱۴) حضرت عمر نے بھی نبی کریم ﷺ کی طرز پر چراگاہوں کو شرعی قوانین کے تحت ترقی دی، اور خود اپنے دور حکومت میں مدینہ طیبہ سے چار منزل پر ایک بہترین چراگاہ تیار کرائی تھی، اور اپنے غلام ہنی کو اس کی حفاظت، دیکھ بھال اور نگرانی پر مامور کر رکھا تھا، اس چراگاہ کا نام بھی ربزہ تھا، جو نجد کے ضلع میں واقع تھی، اور دس میل لمبی اور اسی قدر چوڑی تھی۔(۱۵) غالب گمان یہی ہے کہ حضرت عمر نے بھی یہ چراگاہ فوجی نکتہ نظر سے گھوڑوں اور اونٹوں کے چرانے کے ساتھ ساتھ پھلوں اور سبزیوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بنوائی ہو گی، جس کے یقیناً دور رس نتائج برآمد ہوئے ہوں گے۔

یہاں قارئین کو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ چراگاہیں کسی سے جبراً حاصل نہیں کی تھیں اور نہ ہی کسی شخص نے آپ ﷺ کو یہ عطیہ کی تھیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ان چراگاہوں میں غذائی اشیاء سے تعلق رکھنے والی اجناس مثلاً گندم، جو اور دالیں وغیرہ بھی ہوتی تھیں، پھلوں میں کیلے، کھجوریں جو کئی اقسام پر مشتمل ہوتی تھیں، جو اپنی غذائیت کے اعتبار سے غیر معمولی اوصاف رکھتی تھیں، اور اس وقت کی مرغوب غذا سمجھی جاتی تھیں، جانوروں کے لیے بیریاں، ببول اور دوسرے کئی درختوں کا حصہ مخصوص کیا جاتا تھا، جڑی بوٹیوں میں ثناء مکی، بلسان اور دیگر بہت سی سفید سبزیاں، اس کے علاوہ صفوں میں کام آنے والے چمڑے کو جن درختوں کے پتوں سے رنگا جاتا تھا، یہ سب چیزیں ان چراگاہوں میں موجود ہوتی تھیں۔

### پاکستان اور ماحولیاتی تبدیلیاں:

پاکستان کو محل وقوع، سماجی اور معاشی کمزوریوں نے ایسے ممالک کی فہرست میں لا کھڑا کیا ہے جو بدقسمتی سے آب و ہوا کی تبدیلیوں کے ماحولیاتی، سماجی اور معاشی اثرات سے بہت متاثر ہیں۔ جرمن "واچ" نامی تھنک ٹینک کا یہ بیان ماحولیاتی عدم توازن کی طرف بڑھتے ہوئے پاکستان کی واضح نشاندہی کر رہا ہے کیونکہ ہم جس تیزی سے اپنی سرزمین کو بے شجر کر رہے ہیں اتنی ہی تیزی سے ہم ماحولیاتی تنزلی کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں جس کے نتائج کی ابتداء موسمیاتی تغیرات کی صورت میں سامنے آنا شروع ہو چکی ہے۔ موسموں کا

تغیر، خشک سالی، دھند، سموگ جیسے تغیرات نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لیناشروع کر دیا ہے اس کے علاوہ ہوا کی آلودگی، صحرا زدگی، حیاتیاتی تنوع اور زمینی کٹاؤ وغیرہ جیسے بڑے بڑے چیلنجز کا وطنِ عزیز کو سامنا ہے۔ جنگلات کی کٹائی (Deforestation) ہے، جس کا اندازہ عالمی ادارہ خوراک وزراعت کی گلوبل فارسٹ ریسورس اسٹیٹمنٹ ۲۰۱۵ء کے اعداد وشمار سے لگایا جاسکتا ہے جس کے مطابق پاکستان دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جہاں ۱۹۹۰ء تا ۲۰۱۵ء کے دوران جنگلات کے رقبے میں اکیس فیصد سالانہ کے حساب سے ہر سال بیالیس ہزار دو سو ہیکٹر رقبہ جنگلات سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے یوں پاکستان دنیا کا آٹھواں بڑا بد قسمت ملک ہے جہاں جنگلات کے رقبے میں سالانہ سب سے نمایاں کمی ہوتی ہے۔ پاکستان میں اس وقت جنگلات کا رقبہ یو اے او کی مذکورہ رپورٹ کے مطابق چودہ لاکھ سات سو بیس ہزار ہیکٹر ہے جو ۱۹۹۰ء میں پچیس لاکھ ستائیس ہزار ہیکٹر تھا یعنی گزشتہ پچیس سال میں ملک میں جنگلات کے رقبے میں مجموعی طور پر ۴۷۔۴۱ فیصد کمی ہو چکی ہے، اور جنگلات کے اعتبار سے پاکستان اس وقت ۱۱۴ ویں نمبر پر ہے۔(۱۶) جنگلات در حقیقت زمین کے ایسے قطعہ اراضی کو کہا جاتا ہے جہاں ہمہ اقسام کے درخت بڑی مقدار میں موجود ہوں، جن کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں سے متجاوز ہو، یہ جنگلات قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہیں، لہذا اللہ نے کسی بھی ملک کو اس سے محروم نہیں رکھا اور تقریباً ہر ملک میں کم یا زیادہ پائے جاتے ہیں، اب جو ممالک ان کی مسلمہ ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہیں، وہ اس کی دیکھ بھال بھی کرتے ہیں اور اس میں ممکنہ اضافہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ ماحولیاتی افادیت کے پیش نظر اس کی اہمیت و ضرورت ہر لحاظ سے دو چند ہے، بڑھتی ہوئی انسانی آبادی اور صنعتی پھیلاؤ نے ماحول دوست جنگلات اور درختوں کا تیزی سے صفایا کرنا شروع کر دیا ہے، بڑھتی ہوئی انسانی آبادی کو بسانے کے لیے جنگلات کے کٹاؤ کا عمل بڑی شد و مد سے جاری ہے، اسی طرح جن علاقوں میں ایندھن کا متبادل انتظام نہیں وہاں یہی جنگلات کاٹ کاٹ کر چولہوں میں جھونکے جاتے ہیں۔ پاکستان بھی موسمیاتی تبدیلیوں سے متاثر ہونے والے گیارہ ممالک میں بد قسمتی سے تیسرے نمبر پر ہے، اس موسمیاتی تبدیلی نے ہماری معیشت پر بھی مضر اثرات مرتب کیے ہیں، اور یاد رہے کہ یہ تبدیلی قدرتی طور پر رونما نہیں ہوئی بلکہ اس میں ہم انسانوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے، زرعی انقلاب نے درختوں کو ختم کرنا شروع کر دیا ہے، صنعتی انقلاب نے دھواں، فضلہ اور صنعتوں سے خارج ہونے والی گیسوں، اسی طرح ناقص ٹرانسپورٹ ذرائع نقل و حمل سے خارج ہونے والی کاربن ڈائی آکسائیڈ نے اربنائزیشن کی وجہ سے عمارتوں کی تعمیر، درختوں کی کٹائی، ساحلِ سمندر سے تیمر کے جنگلات کا قریب قریب خاتمہ ایسے عوامل ہیں جس نے اوزون کی تہہ کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔(۱۷)

جنگلات اور درختوں کی کٹائی سے نہ صرف ہمارے ماحول بلکہ انسانوں کے ساتھ ساتھ دوسرے جانوروں اور ہزاروں اقسام کے پرندوں کے حیاتیاتی تنوع پر بھی نہایت برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، کسی بھی جاندار کی افزائش کا تعلق نہ صرف اس کی جسمانی تبدیلیوں سے ہوتا ہے بلکہ اس کے ارد گرد کے ماحول کی وہ خصوصیات بھی اس پر بہت زیادہ اثر ڈالتی ہیں، ایسا علاقہ جہاں معتدل ماحولیاتی حالات ہوں، درجہ حرارت بھی مناسب ہو، آب و ہوا بھی خوشگوار ہو، بارشیں ہوتی ہوں اور نباتات کے خوراک کے ذرائع بھی ہوں معتدل حیاتیاتی ماحول کہلاتا ہے، معتدل حیاتیاتی ماحول میں جو مخلوق بھی رہتی ہے اسے معتدل برادری کہتے ہیں، معتدل حیاتیاتی خطے اور اس میں رہنے والی برادری دونوں ایک ہی ماحولیاتی نظام Ecosystem کہلاتے ہیں، ایک جھیل یا جوہڑ، کھیت، کیاری یا جنگل حتیٰ کے ایک درخت بھی ماحولیاتی نظام کی مثال ہو سکتا ہے، جنگل کی ساخت، زندہ درختوں سے وجود میں آتی ہے، درخت جنگل میں رہنے والی مخلوق، کیڑے مکوڑوں، چھوٹے جانوروں اور پرندوں کے لیے پناہ گاہ اور غذا کا سامان ہیں، گویا جنگل میں موجود ہر درخت ایک مکمل ماحولیاتی نظام کہلاتا ہے۔(۱۸) عام طور پر جنگلات میں اوسط درجہ حرارت صفر اشاریہ چار تا دس سینٹی گریڈ تک رہتا ہے اور کم سے کم درجہ حرارت چھ تا دس سینٹی گریڈ تک رہتا ہے، مگر دنیا میں کئی جگہوں پر جنگلات میں درجہ حرارت بیس تا ستائیس سینٹی گریڈ جتنا گرم بھی ناپا جا چکا

ہے،جنگلات میں دوسرے قطعات زمین کی نسبت بارشیں زیادہ ہوتی ہیں اور یہاں کا درجہ حرارت نسبتاً کم ہوتا ہے،یہی بارشیں پھر جنگلات میں نباتاتی تنوع اور درختوں، جانوروں کی خوراک ورہائش کا ذریعہ بنتی ہیں،ماحولیاتی نظام میں تبدیلیاں پیدا ہونے والے عمل کو خلل کہتے ہیں اور یہ خلل بہت سی وجوہ سے پیدا ہوتا ہے، جن میں جنگل کے اندر آگ لگ جانا، درختوں کا اپنی طبعی عمر کے بعد گر جانا، سوکھ جان، یا موسم کا انتہائی خشک ہو جانا، یا پھر کسی وبا یا طوفان کی صورت میں جنگل کے اندر تباہی وبربادی کا پھیل جانا، اس کے علاوہ ایک اور ہاتھ بھی جنگل کی تباہی کا ذمہ دار ہے اور وہ ہے انسان کا اپنا ہاتھ جو اس کی ناقص حکمت عملی اور بے جا دخل اندازی کا نتیجہ ہے۔جنگلات میں ہونے والے کم وبیش نقصانات انسانوں کے ہاتھوں ہی وقوع پذیر ہوتے ہی جس کی اہم وجوہات میں نئے نئے شہر بسانا، صنعتی علاقوں کو وسعت دینا، سڑکیں اور ڈیم وغیرہ کی تعمیر شامل ہے آبادیاں بڑھنے کی وجہ سے یہ سب کچھ جنگلات ہی کی زمین پر بنائے جاتے ہیں۔بعض مرتبہ زمین کو کھیتوں میں تبدیل کرنے کے لیے بھی جنگلات کو صاف کیا جاتا ہے بعض مرتبہ انسانوں کی غفلت کی وجہ سے جنگل میں آگ تک لگ جاتی ہے جس سے جنگلات کے ساتھ ساتھ دیگر مخلوق کو بھی شدید نقصان پہنچتا ہے۔جب جنگل کا فرش تباہ ہو جاتا ہے تو وہاں موجود زندگی تباہ ہو جاتی ہے جنگل کا فرش بننے میں طویل وقت درکار ہوتا ہے اس مشکل عمل سے گزرنے میں قدرت کو بہت کام کرنا پڑتا ہے لیکن انسان اسے تباہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگاتا یوں سمجھ لیں کہ جنگل کے فرش پر زندگی کو نشوونما پانے میں صدیاں لگ جاتی ہیں اگر خدانخواستہ جنگل کا فرش تباہ ہو جائے تو اس کے ماحولیاتی نظام کو دوبارہ بحال ہونے میں کئی سال لگ جاتے ہیں۔(۱۹) بارش اور ہوا دو اہم جز ہیں جو جنگل کے فرش پر موجود اشیاء کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں اس عمل کو "سطح کا کٹنا" کہتے ہیں زمینی کٹاؤ تو دنیا کے تمام ہی جنگلات کو متاثر کرتا ہے۔ہر سال طوفانی بارشیں اور ہوا خشک علاقوں کی ٹنوں زرخیز مٹی بہا کر سمندر میں لے جاتی ہے، طوفانی بارشوں کے بعد پانی ڈھلوان زمین سے وادیوں کی طرف بہتا ہے اور اپنے ساتھ جنگلات کی بالائی سطح پر موجود ہیومس کو اکھیڑ کر دریا میں لے جاتا ہے۔درختوں بھرے علاقوں میں جڑوں کا جال نہ ہونے کی وجہ سے پانی پوری طرح زمین میں جذب نہیں ہوتا اور نشیبی علاقوں میں ٹھہر کر وہاں پانی کی سطح کو بلند کر دیتا ہے اور سیلاب کا باعث بنتا ہے زمینی کٹاؤ کے نتیجے میں جنگلات تیزی سے غائب ہو رہے ہیں درخت جنگل کے فرش کے لیے نہایت اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ ایسے نامیاتی مادے فراہم کرتے ہیں، مزید یہ کہ نباتات کے بغیر بارش اور ہوا زمین کو مستقل بہت نقصان پہنچاتے ہیں یہ نشوونما فراہم کرنے والے ضروری اجزا وہاں سے ہٹا دیتے ہیں لہٰذا درختوں کے بڑھنے کی رفتار میں فرق پڑتا ہے نباتات کی مسلسل کمی کی وجہ سے جانور اور پرندے دوسرے علاقوں کی طرف چلے جاتے ہیں اور خوراک کی کمی کی وجہ سے ان نباتات پر پلنے والی حیات کی موت واقع ہونے لگتی ہے۔جنگلات کا بتدریج کم ہونا معدودی جنگلات Deforestation کہلاتا ہے جس کی وجہ سے جنگل کے فرش اور اس پر موجود حیات کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔(۲۰) پاکستان ایک زرعی ملک ہے اس کی ستر فیصد سے زائد آبادی کسی نہ کسی طرح زراعت سے منسلک ہے اس کے باوجود پاکستان کو جنگلات اور درختوں کے حوالے سے شدید کمی کا سامنا ہے قابل افسوس امر یہ ہے کہ یہاں کے عوام و حکمران شاید جنگلات کی اہمیت اور ملکی ضروریات سے کماحقہ واقف نہیں ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں منصوبہ بندی کا بھی فقدان ہے جس کی ایک موٹی مثال وفاقی حکومت کا اہل کراچی کے لیے گرین بس کا تحفہ ہے جس کا سنگ بنیاد سابق وزیراعظم نواز شریف نے رکھا اور موجودہ وزیراعظم عمران خان نے دو دسمبر ۲۰۲۱ء کو اس کا افتتاح کیا، اس گرین بس منصوبے کو کامیاب بنانے کے لیے پینتیس ارب سے زائد روپیہ لگایا جا چکا ہے، منصوبے کی کامیابی کے لیے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں درختوں کو تیزی سے تہہ تیغ کیا جا چکا ہے اگر ایک چھوٹے درخت کو سو روپے کا اور بڑے درخت کو پانچ سو روپے کا سمجھ لیا جائے تو اندازہ لگائیے کہ شہر کو کتنا بھاری نقصان پہنچایا گیا جس کے نتیجے میں ماحولیاتی آلودگی بڑھ گئی فٹ پاتھ ختم ہو گئے، سوچیے جب گرین بیلٹ ہی باقی نہیں رہے گی تو پودے اور درخت کہاں لگیں گے، بار

بار یہ منصوبہ التوا کا شکار رہا جس کی وجہ سے پورا شہر کئی سال تک دھول مٹی میں اٹا رہا اور ٹوٹی پھوٹی خستہ حال سڑکوں کی وجہ سے حادثات ہوتے رہے جس سے متعدد قیمتی جانیں ضائع ہوتی رہیں، ایک شہری ہونے کی حیثیت سے حکومت وقت سے درخواست ہے کہ وہ قیمتی ہری بسوں کو لانے کے بجائے ٹریفک کے دباؤ کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرتی تو زیادہ بہتر ہوتا اس حوالے سے سرکلر ریلوے بھی بہترین انتخاب ہو سکتا تھا، شہر کراچی میں ٹریفک کے بے ہنگم دباؤ اور شہر کے پھیلاؤ کے پیش نظر ایمبولینس کے لیے کوئی ایسا روٹ بنایا جائے کہ وہ ٹریفک جام میں پھنسے بغیر کم سے کم وقت میں مریض کو لے کر اسپتال پہنچ سکے۔(۲۱) یہ بات قدرے خوش آئند ہے کہ حکومت کا ایک محکمہ محکمہ جنگلات کے نام سے قائم ہے مگر بد قسمتی سے وہ اپنی ذمہ داریوں اور زمینی حقائق سے نابلد اور ناواقف ہے، جن کے پاس جنگلات اور شجر کاری کے حوالے سے کوئی واضح اور ٹھوس پالیسیاں نہیں ہیں اور ان کی طرف سے شجر کاری مہم محض پیسے اور وقت کا ضیاں لگتی ہے پاکستان میں جنگلات کے لیے مختص رقبہ صفر اشاریہ چار فیصد ہے جو بڑھنے کے بجائے مزید کم ہو رہا ہے جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جنگلات اور درختوں کی کمیابی کی وجہ سے صورتحال کس قدر گھمبیر اور سنگین ہے۔(۲۲)

**جنگلات کے ماحولیاتی اثرات:**

درخت اور جنگلات بنی نوع انسان کے لیے تو خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انمول تحفہ، عطیہ اور رحمتِ خداوندی ہیں، اپنے فطری حسن کی وجہ سے درخت، پودے اور جنگلات انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، پھر جہاں یہ حسن ہوتا ہے ، اسے دیکھنے کے لیے ملکی و غیر ملکی سیاحوں کا تانتا بندھا رہتا ہے، ملکی زرِ مبادلہ میں معقول حد تک اضافہ ہوتا ہے، یورپ میں سیاحت باقاعدہ ایک صنعت کی شکل اختیار کر گئی ہے، پھر جہاں جنگلات درجہ حرارت کو بڑھنے نہیں دیتے، وہیں موسم معتدل اور خوشگوار رہتا ہے، نایاب نسل کے پرندے اور جانور جنگلات کے حسن کو مزید چار چاند لگا دیتے ہیں، اور طب کے لیے ہزاروں نایاب جڑی بوٹیاں، پھل، پھول بآسانی میسر آجاتے ہیں، کم لاگت پر ملکی ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں، یوں جنگلات انسانوں اور جنگلی حیات کے لیے از حد ضروری قرار پاتے ہیں ، جاندار حیات میں سانس لینے کے عمل کے دوران صرف پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے اور آکسیجن خارج کرتے ہیں، دیگر زندہ مخلوق کی طرح یہ بھی نظامِ تنفس کے دوران کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں مگر اس دوران یہ آکسیجن کی نسبت کاربن ڈائی آکسائیڈ کی زیادہ مقدار جذب کر لیتے ہیں، کاربن کی طرح نائٹروجن بھی پودوں کے لیے اہم جز ہے، یہ فضا میں وافر مقدار میں پائی جاتی ہے، نائٹروجن نائٹریٹ کی صورت میں جنگل کے فرش میں جذب ہو جاتی ہے، یہ منتقلی مٹی میں بیکٹیریا کے ذریعے ہوتی ہے اور پودوں کی جڑوں کے ذریعے اس کے خلیوں میں جذب ہو جاتی ہے، پودوں میں نائٹریٹ خوراک کی زنجیر کی ایک کڑی سے دوسری کڑی میں منتقل ہوتی ہے، وہاں سے فضلے اور مردہ جانوروں کے جسم کے ذریعے دوبارہ جنگل میں سڑنے کے لیے داخل ہو جاتی ہے۔

سبزیوں کی ضیائی تالیف اور جانداروں کے عمل تنفس میں ایک بنیادی تعلق ہوتا ہے، جو نہ صرف جنگلی حیات کو قائم رہنے میں معاون ثابت ہوتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے حیاتی کرہ بھی محفوظ رہتا ہے۔ جاندار جب سانس لیتے ہیں تو کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں، لیکن آکسیجن خارج کرنے والے واحد جاندار صرف اور صرف پودے ہیں یہ دونوں افعال زندگی کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں، کاربن ڈائی آکسائیڈ ضیائی تالیف کے لیے اہم جبکہ آکسیجن پودوں اور جانوروں کے عمل تنفس کے لیے ناگزیر ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ گرین ہاؤس کے اثرات کی ذمہ دار ایک بنیادی گیس ہے، یہ گیس زمین پر حیات کے تحفظ کے لیے حرارت محفوظ کرتی ہے، تاکہ زمین زیادہ سرد ہونے سے بچ جائے اور جاندار زندہ رہ سکیں، پودے اور درخت بڑی مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتے ہیں، تاکہ ان گیسوں کا قدرتی توازن برقرار رہ سکے۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا تناسب ڈرامائی طور پر تبدیل ہو سکتا ہے، جس کی

وجہ دنیا میں موجود جنگلات کے ذخائر کا خاتمہ ہے، جو کہ تیزی سے کم ہو رہا ہے، زمین کی سطح سے حرارت خارج ہوتی ہے جسے خلا میں موجود گیسیں جذب کرتی ہیں یہ گرین ہاؤس اثر "The Greenhouse Effect" کہلاتا ہے۔ ان گرین ہاؤس گیسوں میں کسی قسم کا اضافہ فضا میں اس عمل کو منظم کرنے میں رکاوٹ ڈالتا ہے، اس طرح غلاظت کے ڈھیر سڑ کر کئی قسم کی گیسیں خارج کرتے ہیں جو فضا میں جا کر گرین ہاؤس کے اثر کو بڑھا دیتی ہیں جس سے زمین کی گرمی خلا میں منتقل نہیں ہو پاتی۔ اگر خدانخواستہ جنگلات ختم ہو جائیں تو فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بڑھ جائے گی، یہ گیسیں حرارت کی بڑی مقدار کو نچلے حصے میں روک کر رکھتی ہیں، فیکٹریوں، گاڑیوں اور بجلی پیدا کرنے والے آلات کے لیے کوئلہ، گیس اور معدنی تیل سے توانائی درکار ہوتی ہے، ان کے جلنے سے بہت زیادہ مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتی ہے، ان گیسوں کے اخراج اور درختوں کے ختم ہونے سے گرین ہاؤس کے اثر میں اضافہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے زمین پر درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔(۲۳)

بارسلونا میں ہونے والی ایک ماحولیاتی کانفرنس میں شریک ماہرین کی رائے کے مطابق موسمیاتی تبدیلیوں کے کنٹرول کے لیے ہمیں خوراک کے ضیاع کو بھی روکنا ہوگا، اس سے گلوبل وارمنگ گیسوں کو روکنے میں مدد ملے گی، جو سطح سمندر میں اضافہ، شدید سردی، گرمی، بارشوں اور طوفانوں کو روکنے اور ان میں کمی کرنے میں معاون ثابت ہوگی، ایک تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق ۲۰۵۰ء تک غذائی تقسیم کو بہتر بنا کر ۱۴ فیصد سے زائد گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج کو روکا جا سکتا ہے، رپورٹ میں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ دنیا بھر میں تیس تا چالیس فیصد غذائی اشیاء کھائی نہیں جاتیں بلکہ نقل و حمل کے دوران دکانوں، گوداموں یا استعمال کنندگان کی جانب سے پھینک دی جاتی ہیں جو آلودگی کا سبب بنتی ہیں، لہٰذا اس کی بھی روک تھام کی جائے تاکہ ماحول کو زیادہ سے زیادہ محفوظ بنایا جا سکے۔(۲۴) اس بات میں شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کہ جنگلات کی بقا کے حوالے سے جتنی باتیں بھی کہی جا رہی ہیں وہ سب اظہر من الشمس ہیں جنگلات چراگاہوں کا کام بھی دیتے ہیں، صنعتیں ملکی تعمیر و ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں، جیسے کہ کھیلوں کے سامان کی تیاری، فرنیچر سازی، جہاز و کشتی سازی، پنسل سازی، اوزاروں اور گھروں میں خوبصورتی کے لیے بنائی جانے والی اشیاء میں لکڑی کا استعمال وغیرہ یہ کام تو چل ہی جنگلات ہی کی بدولت رہے ہیں، جنگلات گلیشیرز کو تیزی سے پگھلنے سے روکتے ہیں جس سے سیلابی خطرہ کم سے کم رہتا ہے، سیلاب کے تیز اور طاقتور ریلوں کے سامنے صرف جنگلات ہی بند باندھتے ہیں، جس سے سیلاب کی رفتار سست ہو جاتی ہے، اس سے زمین نہ صرف کٹاؤ سے بچ جاتی ہے بلکہ اس کے ذریعے قیمتی جانی و مالی نقصان بھی کم سے کم سطح پر رہتا ہے، اگر جنگلات میں کارآمد پھل دار درخت بھی ہوں تو ان پھلوں سے شہد اور مشروبات وغیرہ تیار کر کے بھی صنعتوں کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ بیروزگاری پر بھی کافی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ ان گنت فوائد کے باوجود انسان خود ہی اپنے بے رحم ہاتھوں سے جنگلات کا صفایا کرتا جا رہا ہے، بقول شاعر:

اس بار جو ایندھن کے لیے کٹ کے گرا ہے — چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے(۲۵)

یہی افسوسناک امر ہے کہ انسان خود ہی اپنا اور اپنے ماحول کے ساتھ ساتھ دیگر حیوانات و حشرات کا دشمن بنا ہوا ہے، ماہرین کے بقول ایک صحت مند درخت سالانہ چھ ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ساتھ ساتھ سات ٹن آکسیجن بھی خارج کرتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے درختوں اور پودوں کی شکل میں گویا کہ زمین پر اپنی خاص رحمت اتار دی ہے، درختوں کا حسن کس قدر دلفریب اور انسان دوست ہے، ہر درخت اپنی جڑ سے لے کر اپنی شاخوں، پتوں تک انسانوں جانوروں کے لیے گویا متعدد فوائد رکھتا ہے، پوری طرح سے ان کے فوائد و خواص تو شاید ماہرین و حکماء کو ہی معلوم ہوں گے مگر پھر بھی ضرورت کے مطابق تو ہر شخص ہی فائدہ اٹھا رہا ہے۔(۲۶)

پاکستان میں جس طرح کھجور یا کسی دوسرے درخت کو چاروں طرف سے زمین کھود کر کرین کی مدد سے اٹھا کر ٹرکوں میں لوڈ کر کے کسی دوسری جگہ زمین میں گڑھا کھود کر لگا دیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح سعودی عرب میں بھی اسی خاص ترتیب سے چھوٹے بڑے درختوں کو نئی عمارتوں کے سامنے بطور سجاوٹ کے لگانے یا نئے باغ تیار کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے چند مہینوں کی احتیاط اور توجہ سے اس طرح کے عمل سے گزرنے کے بعد ہر سو میں سے تقریباً نوے درخت سرسبز ہو جاتے ہیں، سعودی عرب میں تو کھجور کی بے شمار اقسام پائی جاتی ہیں، مدینہ طیبہ میں فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے سینکڑوں درخت شہر نبی ﷺ کی رونق کو اور بڑھا رہے ہوتے ہیں اور عاشقان رسول ﷺ تصور ہی تصور میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے مدینہ طیبہ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔(۲۷) سابق سٹی ناظم مرحوم جناب نعمت اللہ خان نے اپنے دور میں شہر قائد کو خوبصورت بنانے اور شجر کاری کی غرض سے کھجور کے تیار درخت اندرون سندھ وغیرہ سے منگوا کر کراچی کے مختلف چوکوں اور چوراہوں پر لگوائے، ناظم شہر کی اس کاوش کو راقم نے خود بار آور ہوتے دیکھا، بعد میں محکمہ باغات کے عملے نے اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کیں جس کی وجہ سے یہ قیمتی درخت سوکھ گئے۔(۲۸) کھجور کی پیداوار بڑھانے اور اس میں خود کفیل ہونے کے لیے ہماری وفاقی وصوبائی حکومتوں، محکمہ جنگلات وزراعت کو پوری دیانت داری کے ساتھ کام کرنا چاہیے اور کسانوں کو ممکنہ سہولیات بہم پہنچانا چاہیے تاکہ سندھ اور بلوچستان کی طرح پورے پاکستان میں کھجور کی کاشت اور باغات کی طرف عملی توجہ ہو سکے۔ گو چھوٹے گھروں اور شہری علاقوں میں کھجور کی کاشت ممکن نہیں ہے، البتہ شاہراہوں، دفاتر اور ائرپورٹ کا اطراف اور ریلوے کی پٹری کے ساتھ ساتھ کھجور کی کاشت بآسانی ہو سکتی ہے، سعودی عرب اور اس جیسے دوسرے ممالک میں جہاں کھجور بطور پھل استعمال کی جاتی ہے وہاں کے لوگ بغیر شکر کے قہوے کے ساتھ کھجور کا استعمال کرتے ہیں، ہمارے ہاں کھجور کی کاشت سے چینی کے بے دریغ استعمال سے چھٹکارہ پایا جا سکتا ہے۔(۲۹) اپنے زیر استعمال علاقوں کو صاف ستھرا، سرسبز وشاداب بنانے اور میوہ دار درختوں کی کثرت کرنے میں سب سے زیادہ حصہ ہمارے فوجی بھائیوں کا ہے، جنہوں نے چھاؤنیوں اور ہوائی مستقر گاہوں (Air Bases) کو درختوں اور پودوں سے سجا کر مثالی بنا رکھا ہے، خاص کر ملیر کینٹ میں کھجوروں، شور کوٹ میں مالٹے کینو، کھاریاں چھاؤنی میں بھی اسی طرح فالتو زمین پر باغات لگے ہوئے ہیں، راقم کے بہنوئی جن کا تعلق پاکستان ائرفورس سے ہے، ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگے کہ کراچی میں ہمارے فیصل بیس اور کورنگی کریک میں سایہ دار درختوں کی وجہ سے ہریالی بہت ہے، اسی طرح منہاس ائربیس کامرہ کی ملحقہ ریبلٹ فیکٹریوں کا علاقہ ہمیشہ سرسبز و شاداب درختوں میں گھرا نظر آتا ہے، وہاں بے شمار لوکاٹ، امرود اور کینو، کھجور کے درخت ہیں۔(۳۰) حج کے موقع پر ہمارے معلم نے راقم کو عرفات کے میدان میں نظر آنے والے نیم کے گھنے درختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ درخت ابتداً پاکستان کے سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے تعاون سے لگائے گئے تھے اور ممکن ہے کہ انہی کے بیجوں سے سعودی حکومت نے بعد میں شجر کاری کی ہو گی۔(۳۱) پاکستان میں نیم کا درخت نہروں، سڑکوں کے کنارے، اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اندر، ایئرپورٹ کے اطراف اور فوجی چھاؤنیوں میں کثرت سے لگایا جا سکتا ہے اس ماحول دوست درخت کو سبز چارے کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اس کے بیجوں اور پتوں سے طبی تیل تیار ہوتا ہے جو دواؤں میں استعمال ہوتا ہے پانچ سال کی عمر کا درخت اچھا خاصا تناور ہو جاتا ہے اس کی لکڑی کاغذ اور گتے وغیرہ بنانے میں بھی استعمال ہوتی ہے۔(۳۲) چھوٹے بڑے گھروں خصوصاً شہری علاقوں میں صحن اول تو ہوتا ہی نہیں اگر ہو تو بہت چھوٹا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان چاہے بھی تو بڑا درخت نہیں لگا سکتا، گھروں میں آرائش وسجاوٹ کسے اچھی نہیں لگتی، فطری حسن کا تصور پھولوں کے بغیر ادھورا ہے، شادی وغمی کے موقع پر پھولوں کی ضرورت پڑتی ہے، جہاں پھول سہروں، دلہن کے بالوں اس کے ہاتھوں کی زینت بنتے ہیں وہیں یہ مزاروں اور قبروں پر بطور چادر بھی چڑھائے جاتے ہیں، اظہار محبت کے لیے پھولوں سے بہتر اور قیمتی تحفہ کوئی نہیں

،مغرب میں تو گل آفرینی باقاعدہ ایک اہم صنعت کی شکل اختیار کر چکی ہے،عطر اور دواسازی کے علاوہ شہد سازی کے لیے بھی پھولوں کی اہمیت وضرورت بیان کی محتاج نہیں، گل آفرینی تو باقاعدہ ایک سائنس اور پیچیدہ فن ہے جس کی جاپان اور مغربی ممالک میں باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے، جاپان میں گل آفرینی کی سائنس اور فن کو ikebana کہتے ہیں۔(۳۳)

**مسلم حکمران اور شجر کاری:**

مسلمان خلفاء اور بادشاہوں نے بھی اپنے ادوار میں شجر کاری کی مثالیں قائم کی ہیں، مثلاً خلیفہ معتصم باللہ کے کئی باغات تھے ہر باغ کے وسط میں ایک عمارت، نشست گاہیں اور وسیع سبزہ زار تھے جس میں معتصم دوشنبہ اور جمعہ کو دربار کرتا تھا۔ سامرہ کی زمین پہلے بنجر تھی پانی کمیاب تھا معتصم نے اس کو زرخیز اور شاداب بنانے کے لیے تمام ممالک محروسہ سے آبی زمین شناخت کرنے والے محندسین اور باغبانی کا وسیع تجربہ رکھنے والے ماہرین جمع کر کے یہاں نہریں نکلوائیں اور بکثرت باغات لگوائے جس کی وجہ سے کچھ ہی عرصے میں یہ علاقہ سرسبز وشاداب ہو گیا اور پھلوں اور میووں کی کثرت ہو گئی۔(۳۴A)اسی طرح ظہیر الدین بابر فتوحات کے ساتھ ساتھ باغات اور چراگاہوں کا بھی شیدائی تھا خود رقم طراز ہے کہ اس کے زمانے میں کابل اور اس کے مواضعات میں سرو سیر میووں میں سے انگور، انار، سیب، زرد آلوچہ، امرود، شفتالو، آلو بالو، بادام اور چاروں مغز منوں کے اعتبار سے پیدا ہوتے ہیں، آلو بالو کے درخت میں نے منگوا کر بوائے ہیں نہایت عمدہ آلو بالو ان میں لگے ہیں وہ اب تک خوب پھل رہے ہیں، گرم سیر میوے جیسے نارنج، ترنج، املوک لمغات سے لاتے ہیں ۔افغانستان میں درختوں اور گھنے جنگلات کی فراوانی ہے جس کی وجہ سے شہد اس ملک میں بہت پیدا ہوتا ہے مگر اچھا شہد تو غزنی کے پہاڑوں کے سوا کہیں سے نہیں آتا ہر قسم کا انگور ہوتا ہے مگر جس کو آب انگور کہتے ہیں وہ نہایت لذیذ ہوتا ہے البتہ کابل کے علاقے میں زراعت اچھی نہیں ہوتی یہاں کا خربوزہ بھی اچھا نہیں یہاں اگر خراسانی تخم بویا جائے تو کسی قدر برا نہیں ہوتا کابل کے اطراف میں چار عمدہ مرغزار ہیں یہاں کی گھاس اور ہریالی گھوڑوں کو بہت بھاتی ہے۔(۳۴) ہندوستان کا تذکرہ کرتے ہوئے ظہیر الدین بابر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے خاص میووں میں سے ایک انبہ ہے اکثر ہندوستانی اس کی ب کو ساکن بولتے ہیں چونکہ وہ تلفظ برا معلوم ہوتا ہے اس لیے اس کو نغزک کہتے ہیں اس میں خوشبو بھی ہوتی ہے اور یہ خود رو بھی ہوتا ہے مگر خود رو اچھا نہیں ہوتا اکثر لوگ اس کی کیریاں توڑ لیتے ہیں اور پانی ڈال کر پکاتے ہیں اکثر گدری کیریاں ترشی لیے ہوتی ہیں انھی کا مربہ بنتا ہے اور خوب بنتا ہے یہاں کے لوگ آم کو اتنا پسند کرتے ہیں کہ سوائے خربوزے کے سب میووں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس طرح بیروں، لیموں، انار اور انگوروں کے بھی کثیر باغات دیکھنے کو ملے ہیں، اسی طرح ایک ناریل ہے اسے عرب جوز ہندی کہتے ہیں۔ کھجور کی مانند اس کا درخت ہے اس کے دانے کے سر پر نرم سوراخ کو دبائیں تو نہایت مقوی پانی بر آمد ہوتا ہے پک جائے تو چھیل کر ایک گول اور قیمتی پھل بر آمد ہوتا ہے۔(۳۵) آگرہ میں آنے کے بعد خیال آیا کہ مناسب جگہ دیکھ کر وہاں باغات لگائے جائیں وہاں پانی کا مناسب انتظام بھی کیا جائے لہٰذا جمنا کے پار اس واسطے مقامات ملاحظہ کیے بعض ایسے گندے مقامات تھے کہ بڑی مشکل سے عبور کیا گو ایسی جگہ باغات لگانے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر آگرہ کے قریب کوئی اور ایسی جگہ دل کو نہیں بھا رہی تھی، پھر جگہ درست کرائی، کنواں اور حمام درست کرائے، غرض بے ڈھنگی اور خراب جگہ پر (کچھ وقت کے بعد) ہندوستانی وضع کے خوبصورت باغ بن گئے۔(۳۶)اسی طرح ہندوستان کے شیر دل حکمراں شیر شاہ سوری نے رعایا کی بہتری کے لیے بڑے نادر کارنامے سر انجام دیے، دفاع کے واسطے مضبوط قلعے بنوائے آج کے حکمران اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے شہروں کا حسن بڑھانے اور موسم کو اعتدال پر رکھنے کے لیے اس نے جگہ جگہ کنویں کھدوائے، شاہراہوں کے دونوں طرف کئی کئی قطاروں میں سایہ دار اور پھل دار درختوں کی طویل قطاریں لگوائیں ۔(۳۷)لاہور کے اطراف میں تو اب بھی کافی ہریالی ہے مگر پرانا لاہور گھٹا گھٹا سا ہے جہاں اتنی ہریالی نہیں ہے۔ مگر چوبرجی جس کے

متعلق بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ وسیع باغات کا صدر دروازہ تھا جو مغل بادشاہ محی الدین عالمگیر کی ادب پرور بیٹی شہزادی زیب النساء نے بڑے ذوق وشوق سے بنوائے تھے یہ باغات شمالاً جنوباً داتا دربار سے نواں کوٹ تک اور شرقاً غرباً چوبرجی کے پیچھے دریائے راوی تک پھیلے ہوئے تھے جن کا کل رقبہ پچیس کلو میٹر کے قریب بنتا تھا چند سال پہلے تک نواں کوٹ کے پیچھے ان باغات کے کچھ آثار باقی تھے، عمارتیں تھیں، گھنے تناور درخت تھے، جن میں اعلیٰ درجے کے پھل پھول لگتے تھے، عمارتوں میں لکڑی کے منقش دروازے تھے، افسوس مرور زمانہ کے سنگدل ہاتھوں نے سب کچھ بدل دیا اب یہاں سمٹی سمٹی کوٹھیاں ہیں جن پر لوہے کی سلاخوں والے گیٹ ہیں، جہاں پھولوں کی مہک مشام جاں کو معطر کرتی تھی اب وہاں ایک گندا نالہ بہتا ہے جو شہر کی غلاظت کو لے کر راوی کی طرف جاتا ہے۔(۳۸)افسوس کے مسلم حکمرانوں نے ان یادگاروں کے تحفظ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور قیمتی اثاثہ زمانے کی ناقدری کا نشانہ بن کر ضائع ہو گیا۔اس کے برعکس چین کی مثال لیجیے جہاں وہ آزاد ہونے کے بعد سے ہی معاشی اور صنعتی اعتبار سے تیزی سے ترقی کرنے لگا وہیں ماؤزے تنگ نے قوم کو صحت مند معاشرہ قائم کرنے کے گر بھی بتائے، جس پر چینی قوم نے عمل کیا اور مسلسل کر رہی ہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو۔ابن انشا لکھتے ہیں کہ ہم پیکنگ (بیجنگ) کی سڑکوں پر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسکول کالج کے لڑکے غول کے غول ٹہنیاں، پودے، قلمیں ہاتھوں میں اٹھائے شجر کاری میں مصروف ہیں، یہ جذبہ ہم نے سینکڑوں، ہزاروں طلبہ میں دیکھا جو سڑک کے گرد درخت لگا رہے تھے،۱۹۵۸ء تک پیکنگ میں خال خال درخت تھے لیکن ۱۹۶۰ء تک صرف اس شہر میں نوے لاکھ درخت لگ چکے تھے اس کے بعد جو لگے ان کی گنتی معلوم نہیں ان کی تعداد ایک کروڑ سے زائد ہو گی سڑک کے دورویہ فاصلے فاصلے سے صرف ایک ایک ہی درخت لگانے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بعض جگہ پانچ پانچ، سات سات متواتر قطاریں چلی گئی ہیں ایسی شاہراہیں بھی ہیں جن کے کنارے کنارے بیس بیس قطاریں ایک کے پیچھے ایک چلی گئی ہیں انہیں آپ درخت نہیں جنگل کہیے جنگل۔(۳۹) گزشتہ پانچ سالوں میں سب سے زیادہ جنگلات کے رقبے میں اضافہ چین میں ہوا جہاں سالانہ ۱۵ لاکھ ۴۲ ہزار ہیکٹر رقبہ پر جنگلات لگائے گئے، اسی طرح دوسرے نمبر پر آسٹریلیا اور تیسرے نمبر پر بالترتیب چلی رہا، روس دنیا میں سب سے زیادہ جنگلات رکھنے والا ملک ہے، اور دنیا کے بیس فیصد جنگلات اکیلے روس کی ملکیت ہیں، دوسرے نمبر پر برازیل ہے جس کے پاس دنیا کے جنگلات کا بارہ فیصد ہے، اسی طرح تیسرے نمبر پر کینیڈا ہے جو ۹ فیصد عالمی جنگلات کا حصہ اپنے پاس رکھتا ہے، مختلف وجوہ کی بنیاد پر ۲۰۱۰ء تا ۲۰۱۵ء سب سے زیادہ دنیا میں جنگلات کے اعتبار سے متاثر بھی برازیل ہی ہوا جس کا ہر سال ۹ لاکھ ۸۴ ہزار ہیکٹر رقبہ جنگلات سے شدید متاثر ہوتا رہا۔(۴۰)

برادر اسلامی ملک سعودی عرب کا شمار امیر ترین اور ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے امن اور آسودگی کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کا معیار زندگی بہت بلند ہے اس ملک کو اللہ نے تیل کی وافر پیداوار سے نوازا ہے حکومت نے شہروں کو خوبصورت بنانے کے لیے سعودی طریقے سے درخت کاری کا عمل شروع کر رکھا ہے تقریباً ہر شہر میں ہی فٹ پاتھ اور چوک چوراہے ہرے بھرے درختوں، پودوں اور گھاس سے مزین نظر آتے ہیں، جدہ کا ساحل صفائی، خوبصورتی اور ہریالی میں یورپ کو پیچھے چھوڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ سعودی حکومت نے تو صحرا کو بھی گلزار بنانے کے منصوبے پر عمل کر رکھا ہے، سعودی بھائیوں نے ملک کے دوسرے حصوں سے زرخیز مٹی لالا کر صحرا پر اچھی خاصی موٹی تہہ جما دی ہے اور آب پاشی کے لیے محوری بازو Axial arm استعمال کیے جا رہے ہیں یہ پانچ سو میٹر تک لمبا ہوتا ہے اور اپنے محور پر گھومتا رہتا ہے اور دائرے میں فصلوں پر ہلکی پھوار برساتا ہے اس ساری محنت سے سعودی عرب گندم و دیگر اجناس اور مختلف پھول پودے اگانے میں تو بلاشبہ کامیاب ہو گیا ہے مگر ظاہر ہے کہ اس پر اٹھنے والے اخراجات پیداوار کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔سعودی عرب کے دورے پر آئے ہوئے ایک امریکی وزیر کو اس ساری صورتحال پر بہت دکھ ہوا اور اس نے ایک بیان میں

سعودی عرب کی ان کوششوں کو ایک حماقت قرار دیا، سعودی عرب کے وزیر زراعت و قومی پیداوار ڈاکٹر غازی القصمی (جو بعد میں بحرین کے سعودی سفیر بھی رہے) نے ان کے بیان کا سخت نوٹس لیا اور جوابی بیان میں انہیں اپنے کام سے کام رکھنے کو کہا ڈاکٹر غازی کا کہنا تھا کہ ہر ملک کو اپنی ترقی کے لیے کچھ نہ کچھ قربانی تو دینا ہی پڑتی ہے سعودی عرب کو مالی قربانی دینا پڑ رہی ہے مگر پھر بھی ہمارے لیے یہ سستا سودا ہے ،اس حوالے سے سعودی عرب کا نکتہ نظر یہ ہے کہ ربع الخالی (صحرا) کو زیر کاشت لانے سے بہت سے لوگوں کو روزگار ملا ہے قابل کاشت رقبے میں اضافہ ہوا ہے ابتدائی اخراجات تو بلاشبہ زیادہ ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ اخراجات کم ہو جائیں گے اور بالآخر فی ایکڑ پیداوار نفع آور ثابت ہو گی (۴۱) اور سعودی عرب یقیناً سرسبز و شاداب بھی ہو تا جائے گا۔

مسلم اندلس کے سابق عبد الرحمن الداخل کو عنان حکومت سنبھالنے کے ساتھ ہی سازشوں اور شورشوں سے سابقہ پڑا اس کے باوجود بھی اس نے اپنے ذوق کو کمال تک پہنچایا اور اندلس میں درخت کاری کو فروغ دیا سیر و تفریح کے لیے بہترین سیر گاہیں تعمیر کروائیں، کثرت سے سبزہ و گل لگائے، اندلس کو اس نے حسین سے حسین تر بنانے کی پوری کوشش کی یہاں تک کہ اپنے دادا ہشام کی سیر گاہ (روصافہ) کے نام پر اس نے بہترین سیر گاہ تعمیر کروائی اور اس میں حسین پھل دار درخت لگوائے، جہاں کھجور کے تنہا درخت سے عبد الرحمن الداخل اپنی تنہائی کم کرنے کے لیے باتیں کیا کرتا تھا، درخت کے سامنے پڑھے جانے والے اشعار کو علامہ اقبال نے بال جبریل میں اردو نظم کے طور پر رقم کیا ہے (۴۲) دوسرے اموی خلیفہ ہشام بن عبد الرحمن بھی فنون لطیفہ کے دلدادہ تھے بقول ایک عیسائی مورخ کے قرآن نے جنت کا جو نقشہ بتایا ہے اس کے ماڈل شہر یہی نمونہ پیش کرتے تھے، مسلمانوں کی جنت جس کا تذکرہ قرآن میں ہے اس کی دو بنیادی خصوصیات ہیں سبزہ اور آب رواں چنانچہ مسلمان جس ملک میں گئے انہوں نے وہاں باغات لگوائے اور سبزہ و آب کی وجہ سے اسے جنت نگاہ بنا دیا (۴۲) اسی طرح عبد الرحمن ثانی کا دور حکومت بھی بہت مثالی تھا انہیں بھی فنون لطیفہ سے فطری لگاؤ تھا انہوں نے اندلس میں بہترین چراگاہیں اور پارک تعمیر کروائے، حسین فوارے نصب کروائے، جو ہمیشہ چلتے رہتے تھے، اور بڑے اہتمام سے پہاڑوں کے چشموں میں سے زیر زمین پانی پہنچایا، جگہ جگہ حسین و جمیل باغات لگوائے، عالی شان عمارتیں اور مساجد تعمیر کرائیں جس سے قرطبہ بغداد ثانی بن گیا۔ (۴۳)

امیر عبد الرحمن ثالث (الناصر) نہایت زیرک اور ہوش مند خلیفہ گزرا ہے جس کا دور حکومت نہایت کامیاب رہا ۔اسے بھی دیگر خلفاء کی طرح تعمیرات کے ساتھ ساتھ زراعت اور جنگلات سے بے حد دلچسپی تھی، الناصر نے اپنے دور میں ایسے ماہرین کی ٹیم تیار کرائی جنھوں نے زراعت کے سائنٹفک طریقے ایجاد کیے کثرت سے زیتوں اور انگوروں کے باغات لگوائے، کہا جاتا ہے کہ اس کے دور حکومت میں ایک فٹ زمین بھی بے کار نہ پڑی رہتی تھی، درخت لگوائے، اشبیلیہ کے زیتون کے باغات پوری دنیا میں مشہور تھے، وادی الکبیر کے دونوں جانب تیس تیس چالیس چالیس میل تک میوے دار درختوں کی قطاریں چلی جاتی تھیں جن کی خوشبو دور سے ہی مسحور کر دیتی تھی۔ (۴۴) دولت مندی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار ایک وزیر ابن شہید نے خلیفہ ناصر کو نذر پیش کی جو یہ تھی کہ ایک علاقہ جس میں بیس ہزار پھل دار درخت، ساٹھ غلام و کنیزیں، سو گھوڑے و خچر، آٹھ سو جوڑے زرہ بکتر، بے شمار ہتھیار، خیمے، قالین غالیچے، ریشمی ملبوسات، سمور، پوستین، حاشیہ دار چادریں، سیروں کے اعتبار سے کافور، مشک، عنبر، منوں کے اعتبار سے عود، ساڑھے پانچ لاکھ دینار ان تمام تحائف کی مجموعی مالیت کا اندازہ ڈیڑھ کروڑ سے زائد لگایا گیا تھا۔ بنو امیہ کے زوال اندلس کو کچھ وقت تک کے لیے روکنے والا ہشام المویدکا وزیر جس نے حاجب المنصور کا لقب اختیار کر کے حقیقی معنوں میں خلیفہ بن کر عنان حکومت سنبھالی اور ملک کو خوشحالی اور امن و امان کا گہوارہ بنایا ان کے دور میں بھی باغات کی کثرت رہی، نایاب اقسام کے پھول پودے جگہ جگہ لگائے گئے یہاں تک کہ ہسپانیہ سے باہر سے منگوائے گئے قیمتی

پودوں اور درختوں کی کثرت ہوگئی تھی۔(۴۵)مفتی محمد تقی عثمانی اپنے سفر ناموں میں لکھتے ہیں کہ ہم مالقہ کی اندرونی سڑکوں سے ہوتے ہوئے اور اشارے پڑھتے پڑھتے مالقہ کی گنجان آبادی سے باہر صاف ستھرے ہائی وے پر نکل آئے یہاں سڑک کے دونوں جانب چھوٹی چھوٹی سبز پوش پہاڑیوں کا سلسلہ ہمارے ساتھ ساتھ تھا میدانوں اور وادیوں میں زیتون کے خوبصورت درخت حد نظر تک پھیلے ہوئے تھے ۔تاریخ کی کتابوں میں اندلس کے قدرتی حسن کے جو حالات پڑھے تھے مشاہدہ ان کی پوری پوری تصدیق کر رہا تھا۔(۴۶)الحمرا بنو امیہ کے دور میں حسین ترین عمارتوں اور فصیلوں پر مشتمل تعمیر آرائش کا ایک شاہکار تھا، مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے شمال مشرق میں ٹیلوں اور باغات کا لامتناہی سلسلہ ہے جسے جنۃ العریف کہا جاتا تھا، غرناطہ کے کسی حکمران نے یہ شاندار باغ ایک تفریح گاہ کے طور پر تعمیر کروایا ہو گا آس پاس کی عمارتوں کے سامنے انواع واقسام کے درختوں اور پودوں سے حسین سبزہ زار بنائے گئے ہیں اس عمارت الحمرا کے مرکزی دروازے سے محل کی عمارت تک ایک طویل راہداری تمام تر سبز بیلوں سے بنی ہوئی ہے۔(۴۷)موجودہ اسپین میں پاکستان سے بھی سیاح جاتے رہتے ہیں، اور اسپین کے فطری حسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتے ہیں، گو کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے یہ ملک نکل گیا، آنے والے تنگ نظر عیسائی حکمرانوں نے اس ملک میں مسلمانوں کی نسل کشی کی اور ان پر عرصہ حیات تنگ کیا، مگر مسلمانوں کی ایک روایت کو وہ بھی زندہ رکھنے پر مجبور ہو گئے، لہذا آج بھی اسپین میں دل موہ لینے والی ہریالی، حسین مرغزار، زیتون کے کثیر حسین و جمیل باغات نظر آتے ہیں ،(۴۸)جو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یاد دلاتے ہیں۔

**پاکستان میں شجر کاری کی ضرورت واہمیت:**

پاکستان میں گزشتہ اڑسٹھ سالوں میں مختلف طریقوں سے درخت کاری کی مہمات کا چرچہ ہوتا رہا ہے، تقریباً ہر سال ہی لاکھوں پودے، قلمیں اور بیج مفت یا برائے نام قیمت پر عوام میں تقسیم کیے جاتے ہیں، وزراء اور دیگر مشینری اور محکمہ جنگلات کے افسران اس مہم میں شرکت بھی کرتے ہیں اتنی طویل جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان کو درختوں کی پیداوار میں خود کفیل ہو جانا چاہیے تھا ،حکمرانوں کی طرف سے بلند وبانگ دعوے بھی کیے جاتے ہیں ہم جنگلات میں کم از کم پچیس فیصد اضافہ کریں گے، اس حوالے سے لوگوں کو شجر کاری مہم میں عملاً ملوث کرنے کے لیے پوسٹر ،اشتہارات، بینرز اور پمفلٹس جگہ جگہ لگوا دیے جاتے ہیں،(۴۹)اور کمانے والے اس مہم سے لاکھوں روپیہ بغیر کچھ لگائے ہی کما لیتے ہیں، ان تمام کوششوں کے نتیجے میں پاکستان کے قومی خزانے پر ہر سال کروڑوں کا بوجھ پڑتا ہے مگر بد قسمتی سے کماحقہ کامیابی حاصل نہیں ہو پا رہی ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ مفاد پرستی ہے جو ہم پر اس درجہ غالب آچکی ہے کہ ہم وطن کی عزت اور اس کی ناموس کو دل سے نکال چکے ہیں، خود غرضی اور مفاد پرستی نے ہماری سوچ کے دھارے بدل دیے ہیں ۔اور یہ مہمات دفاتر کے اندر میٹنگوں اور اخباری بیانات کی حد تک رہتی ہیں، یوں دھرتی کے تن پر پودوں اور درختوں کی شکل میں نیا لباس نہیں سجنے پاتا، جس کے نتیجے میں ماحول آلودہ ہونا اور فضا دھواں دار ہونا فطری بات ہے، پاکستان کو ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود ہر سال کثیر زر مبادلہ صرف کر کے عمارتی لکڑی اور اس کی مصنوعات درآمد کرنا پڑتی ہیں۔(۵۰)پاکستان میں جنگلات کی مستقل بنیادوں پر کٹائی Deforestation ایک سنگین ماحولیاتی مسئلہ بنتا جا رہا ہے، سرکاری سطح پر یہ اشاریہ ۲ فیصد تا اشاریہ ۴ فیصد سالانہ ہے، جبکہ عالمی ادارہ خوراک وزراعت کے مطابق ۲۰۰۷ء میں یہ قدرتی جنگلات میں اعشاریہ ۷۵ فیصد سالانہ اور فارم لینڈ درختوں میں ۸۶۔۳ فیصد سالانہ تھی ،گیارھویں پانچ سالہ منصوبے کے مطابق ۲۷ ہزار ہیکٹر رقبے پر جنگلات کا مستقل بنیادوں پر صفایا ہو رہا ہے، کرہ ارض کے یہی "پھیپھڑے" جنگلات کی لکڑی، کھیل اور فرنیچر کی صنعت کے لیے خام مال تو ہوتا ہی ہے، صرف گزشتہ سال ۹۳ فیصد لکڑی صرف بطور بالن (جلانے) کے لیے استعمال ہوئی، پاکستان سوشل اینڈ لیونگ اسٹینڈرڈ میئیر منٹ کے مطابق ۱۵-۲۰۱۴ء کے سروے کے مطابق ۸۔۸۱ فیصد گھروں میں

جلائی جاتی ہے، جبکہ ۳۔۳فیصد کمرشل اور ۹۔۱۴فیصد انڈسٹری میں استعمال ہوتا ہے، ۲۰۰۰ء پاکستان فارسٹ انسٹیٹیوٹ کے سروے کے مطابق ملک میں ہر سال ۴۹ہزار ۹سو۸۶ہیکٹر رقبے پر موجود جنگلات آتشزدگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔(۵۱) ہمارے ہاں شہروں دیہاتوں میں درختوں پر نمبرنگ تک نہیں کی جاتی نہ یہ ریکارڈ ہوتا ہے کہ کس علاقے میں کتنے درخت ہیں، بد قسمتی سے ہمارے ملک میں اس قسم کے اعداد و شمار کا کوئی رواج نہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں جنگلات کی لکڑی بے دریغ کاٹی جاتی ہے کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوتی۔

ے "منصف ہو تو حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے" کٹ جائیں گے اشجار تو انصاف کروگے

(۵۲)

ہم اپنے بچوں کو شجرکاری کی عملی ترغیب کس طرح دے سکتے ہیں بچوں کو یوں ترغیب دی جانی چاہیے کہ وہ اپنے گھر، اسکول، کالج یا کسی بھی عوامی جگہ پر اپنے ہاتھ سے پودا لگائیں، تعلیمی اداروں میں طلبہ و طالبات کو ایسی کیاریاں مہیا کی جانی چاہئیں جہاں وہ اپنی مرضی و دلچسپی سے پودے لگائیں اور ان کی دیکھ بھال بھی کرتے رہیں (یہ سب یورپ میں عملاً ہوتا ہے جہاں والدین اور اساتذہ انہیں درختوں اور پودوں کی اہمیت و افادیت بتا کر انہیں اور زیادہ درخت دوستی پر متوجہ کرتے ہیں ایسی بھی مثالیں ہیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں بچوں کی پیدائش، سالگرہ یا شادی وغیرہ پر پودوں کے تحفے دیے جاتے ہیں اور وہاں درختوں کو ناقابل فراموش واقعات سے منسوب کیا جاتا ہے پارکوں اور باغات میں ایسی عبارات لکھی جاتی ہیں جنہیں طلبہ پڑھتے ہیں اور ہر سال شوق و ولولے سے شجرکاری کرتے ہیں) ہمارے ہاں تو شہری علاقوں میں بھی اس قدر آوارہ جانور ہیں کہ وہ سارا دن مالکوں کے بغیر شہروں کے پارکوں اور کچرا کنڈیوں میں گھومتے رہتے ہیں لہذا لوگوں کے گھروں اور پارکوں کے ساتھ ساتھ سڑکوں کے کنارے لگے ہوئے درخت اور پودے بھی محفوظ نہیں رہتے۔ خیال رہے کہ ہر سال شجرکاری مہم میں لگائے جانے والے ہزاروں درخت اور پودے بچوں اور جانوروں کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔(۵۳) آج ہم نے اپنے آباؤ اجداد کی روایات کو بھی فراموش کر دیا ہے اور اسلامی تعلیمات سے بھی انحراف کیے ہوئے ہیں جس کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے کہ انسانیت کی بقا کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے لہذا درختوں کا قتلِ عام انسانی بقا کے لیے خطرناک ہے یعنی "قتلِ شجر اصل میں قتلِ حیات ہے"

ڈاکٹر ولیم وولورٹن NASA کا کہنا ہے کہ کاربن مونو آکسائیڈ اور فارمل ڈی ہائیڈ کی گھروں اور دفتروں میں پائی جانے والی ہلکی مقداریں پودے صرف اپنے پتوں سے ختم کر دیتے ہیں، جبکہ ایسے زہریلے مادوں کی بھاری مقداریں پودوں کی جڑیں اندرونی ماحول کو عمل تقطیر کے ذریعے صاف کر دیتی ہیں۔(۵۴) ہمارے ہاں لوگوں کو درختوں کے فوائد اور اہمیت کا قطعاً احساس نہیں ہے ہماری روایات میں درختوں سے محبت کرنا سکھایا جاتا تھا، مسلم بادشاہوں نے بھی درخت کاری اور باغات لگانے کو عملاً ترجیح دی پاک و ہند میں پائے جانے والے قدیم باغات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ہم درخت پرور قوم ہیں ہر پرانی تفریح گاہ میں پھل دار اور سایہ دار درخت کثرت سے لگے نظر آتے ہیں گو کہ مرورِ زمانہ نے ان جگہوں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے، بے شمار باغات صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہیں اور ان کی جگہ اب کالونیاں بن چکی ہیں۔ بقول شاعر!

ے بدل نہ جائے زمیں پر نصاب موسم کا (۵۵) درخت یونہی اگر سرسبز کٹتے رہے

پاکستان کی شہری آبادی خصوصاً کراچی جیسے گنجان آبادی والے شہر میں درختوں کی تعداد بڑھنے کے بجائے روز افزوں کم سے کم تر ہو رہی ہے مثلاً سابقہ ادوار میں جو درخت کاری ہوئی وہ سابق شہری ناظموں کے دور میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کی وجہ سے ضائع ہو گئی اگرچہ سابق ناظم نعمت اللہ خان نے اس کی تلافی کرنے کی کوشش بھی کی تاہم مطلوبہ تعداد میں درخت نہ لگ سکے، ۲۰۱۶ء کی موجودہ وفاقی حکومت نے اہلِ کراچی کے لیے گرین بس منصوبہ شروع کیا ہے جو نادرن بائی پاس (خدا کی بستی) سے ٹاور تک تقریباً چالیس

کلو میٹر لمبا ٹریک ہے اس کی زد میں آنے والے گرین بیلٹ سے لاکھوں درختوں کو نہایت بے دردی اور سفاکی سے تہہ تیغ کر دیا گیا ہے اور گرین بیلٹ پر گرین بس کا ٹریک بنایا جارہا ہے، جب گرین بیلٹ ہی ختم ہو گئی تو درختوں کے لگانے کا عمل کیسے اور کہاں شروع ہو سکتا ہے لہٰذا اہلِ کراچی ہر سال بڑھتی ہوئی گرمی مجبوراً برداشت کریں گے۔ حکومت سے استدعا ہے وہ سڑکوں پر مناسب گرین بیلٹ کو برقرار رکھے اور تعمیراتی کاموں کی وجہ سے جو درخت کاٹے گئے ہیں بچی کھچی گرین بیلٹ پر لازماً ہنگامی بنیادوں پر درخت کاری کرے تاکہ کچھ تو تلافی ہو سکے امریکہ کے ادارے NASA کی جدید تحقیق کے مطابق گملے میں لگا ہوا ایک پودا اپنے اردگرد سو مربع فٹ کے رقبے کو ماحولیاتی آلودگی سے پاک رکھتا ہے، جبکہ ایک درمیانے سائز کا درخت آٹھ بچوں کو روزمرہ آکسیجن مہیا کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس اعتبار سے درختوں کا نقصان ہمارے لیے بہت بڑا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔(۵۶) اپنے گھر کے ساتھ چھوٹا سا باغ یا باغیچہ کسے پسند نہیں، جہاں پر وہ خود اور اس کے خاندان کے اور افراد دھوپ، کھلی اور تازہ ہوا اور قدرت کی رعنائیوں کا لطف اٹھا سکیں اور اس آرائشی باغیچے میں مختلف قسم کے پھول اس کے آنگن کو مہکاتے رہیں۔ خوشبو والی جھاڑیاں اور پودے اپنے ڈرائنگ روم، اسٹڈی روم اور بیڈ روم کی کھڑکیوں کے پاس لگانے چاہئیں ، اسی طرح رات کی رانی کی بہت عمدہ خوشبو ہوتی ہے یہ یقیناً بیڈ روم کے پاس ہونی چاہیے، تاکہ سوتے وقت بھینی بھینی خوشبو آتی رہے۔ گھریلو باغیچہ لگانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اہلِ خانہ کو پودوں اور پھولوں سے متعلق علم سے روشناس کرایا جائے، تاکہ وہ گھر میں پودوں اور درختوں کی شوق سے دیکھ بھال بھی کرتے رہیں۔ شجر کاری کی اہمیت وافادیت کو سمجھتے ہوئے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے گھروں یا فلیٹ میں صحن نہیں ہوتے وہ اپنی بالکونیوں میں گملے رکھ کر یہ شوق پورا کر سکتے ہیں۔(۵۷) ہمارے اس سلسلے میں حکومت سے دو اہم مطالبات ہیں ☆ہندوستان کے ساتھ بعض تنازعات حل طلب ہیں جن میں سے ایک پانی کا مسئلہ ہے اس نے ہمارے دریاؤں پر ناجائز طریقے سے ڈیم بنانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہمارے تمام دریاؤں کا پانی جو ہمارے حصے کا ہے روکے ہوئے ہے، سال کے اکثر حصے میں ہمارے دریا خشک رہتے ہیں یا ان کا پانی مقدار میں کافی کم ہوتا ہے جس کی وجہ سے باغات اور جنگلات کی حفاظت ہمارے لیے مشکل تر ہوتی جارہی ہے، حکومت سے التماس ہے کہ پانی کے مسئلے کو بین الاقوامی عدالت میں اٹھائے تاکہ ہم مستقبل میں مزید تباہی سے بچ سکیں۔

☆سمندری پانی کو میٹھا کرنے کے پلانٹ لگائے جائیں، تاکہ اہلِ کراچی کے پانی کے مسئلے کو مستقل بنیادوں پر حل کیا جاسکے پانی زیادہ ہوگا تو شجر کاری میں آسانی ہوگی اور شہر ہرا بھرا ہوگا تو بیماریاں بھی کم ہوں گی، جب بیماریاں نہیں ہوں گی تو خوشحالی اور سکون ہوگا۔

البتہ ہر پودا یا درخت ہر علاقے اور ماحول کے لیے مطابقت اور مناسبت نہیں رکھتا، اس حوالے سے پروفیسر عظمیٰ نور سے گفتگو ہوئی جو درختوں اور پودوں کے حوالے سے گہری بصیرت رکھتی ہیں، شجر کاری کے حوالے سے ان سے ایک ملاقات رکھی تھی جس میں انہوں نے جو معلومات دیں ان میں سے چند اہم باتوں کو یہاں درج کیا جارہا ہے۔ Dieffenbachia Ante گھروں میں لگایا جانے والا خاصا خوشنما پودا ہے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں کافی زہریلا ہے اس میں سے دودھ نکلتا ہے، اسی طرح Euphorbia یہ بھی تقریباً ہر گھر میں پایا جاتا ہے بہت سخت جان ہوتا ہے، مگر زہریلا بھی ہوتا ہے، اسی طرح ایک Exotic پودا حال ہی میں پورے شہر میں بے تحاشا لگایا گیا ہے، پچھلے کچھ عرصہ سے شجر کاری کی مہم میں اس پودے کو خاص عزت دی گئی، ہمارے یہاں کے مقامی ماحول کے لیے خاصا خطرناک ہے، اس کے زردانے Pole grains ایک اندازے کے مطابق دمہ کے مریضوں میں اضافہ کرتے ہیں اور نتائج ظاہر ہورہے ہیں، ایسے درختوں پودوں پر پرندے گھونسلے بھی نہیں بنارہے ہیں، شاید ان درختوں کی بو وغیرہ ایسی ہوگی جس سے ہمارے مقامی پرندے اپنا علاقہ اور وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہوں۔(۵۸) جامعہ کراچی کا ذیلی ادارہ Centre of plant conservation کا افتتاح ۱۲ستمبر

۲۰۰۰ء کو چانسلر جامعہ گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد کے ہاتھوں ہوا تھا، جدید طرز پر تعمیر شدہ یہ سینٹر تمام جدید سہولیات سے مزین ہے اور جامعہ کراچی میں ہی واقع ہے یہ مرکز تحفظ نباتات دو حصوں پر مشتمل ہے۔

The herbarium☆ Botanic garden ☆

Botanical garden میں بہت سے ایسے پودوں کی حفاظت کا انتظام ہے جو ناپید ہونے کے قریب ہیں یا جن کو مستقبل میں خطرات لاحق ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے پھل دار درختوں اور جنگلی پودوں کی کاشت بھی یہاں کی جاتی ہے جو ماہرین نباتات اور عوام الناس کے لیے دلچسپی کا باعث ہے ۱۳۵یکڑ رقبہ پر محیط اس اراضی پر قریباً دو ہزار سے زائد Species موجود ہیں تمام تر رقبے کو سیراب کرنے کے لیے فراہم کیا جانے والا پانی دراصل گٹر کا صاف Treated کیا ہوا پانی ہے جس کا پلانٹ بھی جامعہ کے اندر ہی لگا ہوا ہے۔

Centre of plant conservation کے قیام کا مقصد عوام میں ماحولیات کے حوالے سے شعور اجاگر کرنا اور نباتات کے تحفظ کے فطری طریقوں کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ تحقیق سے وابستہ افراد کو مستفید ہونے کے مواقع بھی فراہم کرنا ہے۔ یہاں انواع واقسام کے پودے و درخت پائے جاتے ہیں۔ سب سے دلچسپ پودے Tropical, Temperate and Alpine Zone کے ہیں جنہیں گرین ہاؤس میں رکھا گیا ہے اور اس گرین ہاؤس میں ماحول کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ یہاں موجود پودوں میں بہت اہم Palms, Ferns, Orchids and Mosses ہیں۔(۵۹) Alpine Zone میں Juniper اور پھل دار درختوں کی انواع واقسام رکھی گئی ہیں، اس کے علاوہ چائے، زیتون، Acacia املوک Diaspora lotus وغیرہ دلچسپی کا باعث ہیں۔ Medicinal Plants کے حصے ہیں، جمال گوٹا، تلسی، دھتورا، نیازبو، بخار بوٹی وغیرہ۔ Endangered species یہاں ایسی کئی انواع کی پائی جاتی ہیں جو خطرے میں ہیں اور کچھ اقسام تو تقریباً ناپید ہو چکی ہیں، مستقبل میں اس مرکز میں Seed laboratory ,plant conservation ,bank اور plant nursery بنانے کا منصوبہ ہے۔(۶۰)

Botanical garden دنیا میں انسانی فلاح و بہبود کے لیے اہم کردار ادا کر رہے ہیں جامعہ کراچی کا Biological garden پاکستان میں اس تحقیق کے اعتبار سے پہلا قدم ہے، اور یہ یقیناً انسان کو فطرت کے قریب لانے میں مددگار ثابت ہوگا۔ ۲۰ فروری ۲۰۰۸ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مارچ ۲۰۰۸ء سے یہ باغ عوام الناس کے لیے ہفتے میں ایک دن کھولا جائے گا تاکہ عام آدمی بھی نباتات کے تنوع بالخصوص پاکستان کے حوالے سے آگاہ ہو سکے۔ جس طرح کراچی یونیورسٹی نے اپنی حدود میں ایک Botanic Garden قائم کر رکھا ہے اس میں مختلف پودوں، درختوں، پھلوں، پھولوں اور بیجوں پر تحقیقات کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس نہج پر وفاقی وصوبائی حکومتیں اپنی اپنی جگہ سرکاری و نجی جامعات کو مجبور کریں کہ ہر یونیورسٹی ایک تحقیقی نباتاتی Conservations باغ قائم کرے، تاکہ عوم وخواص کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا نام روشن ہو سکے اور ہم اپنی مقامی تحقیق سے کماحقہ فیضیاب ہو سکیں۔

حکومت کا اہم فرض یہ بھی ہے کہ وہ کارخانوں، فیکٹریوں کو شہر سے باہر منتقل کروائے، دھواں چھوڑتی گاڑیوں کو سختی سے سڑکوں پر آنے سے روکے، ماحول دوست درختوں کو لگانے کا خاص اہتمام کیا جائے، مفید درختوں کے پودے یا ان کی پنیریاں لوگوں میں مفت تقسیم کی جائیں، نرسریاں لگانے کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اس حوالے سے لوگوں کو مناسب قرض بلا سود آسان اقساط پر دیا جائے۔ دہشت گردی کے خطرات کے پیش نظر بھی لب سڑک لگے درختوں کو بڑھنے ہی نہیں دیا جاتا، درختوں کے ساتھ ساتھ شہریوں پر بھی یہ بہت بڑا ظلم ہے، اسلام آباد جیسی ہریالی کم از کم سڑکوں کے کناروں پر تو نظر آنی چاہیے۔ پچھلے کئی سالوں سے سی آئی اے چترال، ڈی پی کی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۴ء میں ۸۶۳۰۰۰ درخت و پودے لگائے گئے، جبکہ ۲۰۱۴ء شجرکاری مہم میں ۴۵۰۰۰ جنگلی

پودے اور ۲۵۰۰۰ پھل دار پودے عوام میں فری تقسیم کیے گئے۔(۶۱)ملک میں کم ہوتے جنگلات کے ذخائر میں اضافے کے لیے خیبر پختونخوا کی حکومت نے صوبے میں ایک ارب درخت لگانے کی مہم کا آغاز کیا ہے،اسی طرح پنجاب حکومت نے جنگلات کے فروغ کے لیے پنجاب فارسٹ کمیٹی کے نام سے ادارہ قائم کیا ہے،ساؤتھ فارسٹ کمیٹی پنجاب کے چیف ایگزیکٹو طاہر رشید کا کہنا ہے کہ لکڑی کی صنعت سے وابستہ افراد حکومت سے لیز پر زمین حاصل کر کے اس پر درخت کاری کریں اور لکڑی کی کٹائی کے موقع پر ۲۵ فیصد درخت حکومت کو بطور چار جز ادا کریں کسی بھی سرمایہ کار کو حکومت پندرہ سال کی لیز پر زمین دینے کے لیے بھی تیار ہے،اور لیز کی پاسداری پر ہم ۳۰ سال کے لیے زمین بطور لیز دینے کو تیار ہیں(۶۲)میری ہر آنے والی قومی اور صوبائی حکومتوں سے التجاہے کہ وہ ہر سال اسی طرح شہروں میں سے کچھ شہروں کو شجر کاری کے حوالے سے گود لے۔آیئے آج سب مل کر یہ عہد کریں کہ ہم ہر سال آٹھ فروری کو ملک بھر میں شجر کاری کو فروغ دیں گے اس لیے کہ اگر بیماریوں سے خود اور پاکستان بھر کو بچانا چاہتے ہو تو درخت کاری کی طرف عملی قدم اٹھاؤ،یاد رکھو کہ دفاتر،فیکٹریوں اور گھروں میں اگائے گئے پودے اعصابی تناؤ کو کم کر دیتے ہیں،جس سے کارکردگی میں بارہ فیصد تک بہتری آتی ہے،(۶۳)رسول اللہ ﷺ نے درخت لگانے،کنواں کھدوانے کو صدقہ جاریہ قرار دیا آج امت کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ اس عظیم نیکی سے منہ موڑ لیا ہے، اسی طرح چراگاہوں،جنگلات کو ان مقاصد نبویہ ﷺ کی روشنی میں اگر آج پھر قائم کیا جائے تو یہ عمل ہمارے نادار لوگوں (کے ساتھ پورے ملک) کے لیے کتنا مفید ثابت ہو سکتا ہے،اور سنت رسول ﷺ کے اجراء کا ثواب اس پر مضاف ہو گا۔(۶۴)اسلام سمیت دیگر کئی مذاہب درخت کاری کو متبرک خیال کرتے ہیں،ہمارے قدیم فکر و خیال اور تہذیب و تمدن کے ارتقاء و عروج میں انہی جنگلات کی پر سکون فضاؤں کا بڑا عمل دخل رہا ہے،وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت انسان نے اس کے توازن کو بگاڑنا شروع کر دیا،دھیرے دھیرے بہت سے جانوروں اور پرندوں کی نسلیں ناپید اور معدوم ہونے لگی ہیں،لامحالہ طور پر جنگلات کی تباہی کا اثر خود انسان پر پڑنے لگا تب کہیں جا کر انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے،جب موسموں کی باقاعدگی متاثر ہونے لگی ہے(۶۵)خدا کرے کہ اقوام عالم کی مختلف تنظیمیں،حکومتیں اور سرکردہ ادارے اور ماہرین اجتماعی فکر اور بقائے باہمی کے تحت بہتر منصوبہ بندی کریں،ورنہ خدانخواستہ وہ دن دور نہیں جب ہماری زندگی اور معیشت براہ راست متاثر ہوگی،"تب شاید بہت دیر ہو چکی ہو گی"۔

### خلاصہ کلام

کوئی بھی صاحب علم اور ذی شعور انسان درختوں،پودوں اور جنگلات کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کر سکتا زندگی کا تصور درختوں کے بغیر نہایت بھیانک اور تباہ کن ہے دنیا کے ہر ملک اور براعظم میں حیات کا تصور جنگلات اور درختوں سے وابستہ کیا جا رہا ہے۔بڑے پڑوسی ممالک چین اور ہندوستان بڑے پیمانے اور ہنگامی بنیادوں پر درخت کاری کر رہے ہیں یہ ہمیں آکسیجن فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو نگل کر انسانی آبادیوں کو ہر قسم کی آفات وامراض سے بچانے میں بہترین معاونت کرتے ہیں۔دنیا کا ہر ملک بدلتے ہوئے ماحولیاتی تغیر کو محسوس کرتے ہوئے جنگلات بچانے اور اشجار لگانے کی روش پر چل پڑا ہے۔مگر ہم پاکستانی باوجود ایک زرعی ملک ہونے اور تقریباً ستر فیصد آبادی کا کسی نہ کسی طرح زراعت سے منسلک ہونے کے باوجود جنگلات کو ختم کر رہے ہیں۔اکیسویں صدی میں پاکستان آبادی کے پھیلاؤ اور تعمیرات کے شعبے میں سرمایہ کاری کر رہا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ قریب قریب پاکستان جنگلات کو ختم کر کے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار چکا ہے۔ہرے بھرے کھیت رہائشی کالونیوں اور فیکٹریوں میں تبدیل ہو رہے ہیں،دیہی اور شہری حدبندیاں تقریباً ختم ہوتی جا رہی ہیں،درختوں کے بے دردی سے قتل عام سے ہم خالص پھولوں کے رس،شہد،پودوں اور قیمتی جڑی بوٹیوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں اور ہم بینائی میں کمی،دماغی توازن،جلد اور سانس کی مختلف بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں اس کے

ساتھ ساتھ کثیر المنزلہ عمارتوں اور تہہ خانوں کے رواج سے بجلی کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، سردی گرمی سے بچنے کے لیے مصنوعی آلات استعمال کر رہے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہم انسانی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ دولت چند ہزار خاندانوں کے پاس ہونے کی وجہ سے آئے روز ایسے منصوبے بن رہے ہوتے ہیں جس سے ماحول مزید آلودہ ہو رہا ہے۔ مگر حکومت اور عدالت اس حوالے سے تاحال کوئی ٹھوس اقدامات کرنے سے قاصر ہیں۔

شہری علاقوں میں درختوں کا صفایا ہونا کسی عذاب سے کم نہیں موجودہ وزیر تعلیم نے دعوی کیا تھا کہ دس ارب درخت لگا کر پاکستان کو سر سبز و شاداب کرنا ہے مگر اس حوالے سے حکومت کوئی ٹھوس اور تسلی بخش پالیسی بنانے اور عوام و خواص کو شجر کاری مہم کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ تاہم وزیر تعلیم کا کہنا ہے کہ گلوبل وارمنگ کے باعث پاکستان سب سے زیادہ متاثر ہو گا پانچ سال میں پورے پاکستان کو سر سبز و شاداب کرنا ہے، شجر کاری مہم کا مقصد آئندہ نسلوں کو بہتر ماحول فراہم کرنا ہے تاہم انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا ہے کہ سب لوگ مل کر "گرین پاکستان" مہم میں حکومت کا ساتھ دیں۔(٦٦)

ہمارا ماضی قدرت کا ہم پر بہت بڑا انعام و احسان تھا جس کی اہمیت کو بیان کرنے کے لیے طویل وقت اور صفحات درکار ہیں درخت کاری اور جنگلات لگانے کا کام آپ کے مبارک زمانے سے شروع ہوا اور خلفاء راشدین سے ہوتا ہوا یہ تیموری سلطنت تک چلتا رہا ،افسوس صد افسوس کے بعد کے حکمرانوں نے کماحقہ اس فریضے پر توجہ مرکوز نہ رکھی اور عوام پر بھی مادیت غالب آتی گئی جس سے صرف جنگلات اور جنگلی حیات ہی ناپید نہیں ہوئے بلکہ کرہ ارض کی بقا کو بھی خطرات لاحق ہوتے چلے گئے ہم نے اپنی آئندہ نسلوں کو صحت مند ماحول دینے کے بجائے گھٹن اور تعفن زدہ فضا فراہم کی ہے۔

درخت حیاتیاتی بقا کے لیے کس قدر ناگزیر ہیں ہمیں اس کا احساس کرنا ہو گا اس لیے حکومت کی طرف سے شروع کی گئی شجر کاری مہم میں ہر شخص خواہ وہ کسی بھی منصب پر فائز ہو بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور بلا تفریق مذہب و ملک کے درخت لگانے ہوں گے ،ہمیں اپنے بچوں کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر شجر کاری مہم میں عملی طور پر حصہ لینے کے لیے تیار کرنا ہو گا۔ نیز اہل اقتدار و اختیار کو اس بات کا بھی احساس رہے کہ شجر کاری مہم محض فوٹو سیشن تک محدود نہ رہے لہذا جب تک پودے خود کو سنبھال نہ لیں اور جڑ مضبوط نہ ہو جائے ان کی دیکھ بھال بھی اپنے بچوں کی طرح کریں۔ سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے بہت پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ اوزون نامی پرت جو سورج کی شعاعوں میں موجود الٹرا وائلٹ شعاعوں کے مضر اثرات سے بچاتی ہے متاثر ہو رہی ہے جس کی وجہ سے موسم بدل رہے ہیں لہذا درخت زیادہ لگائیں اور ماحول کو آلودہ کرنے والی اشیاء کے استعمال میں اعتدال سے کام لیں مگر اس کا احساس نہ کیا گیا، آتشیں، جوہری اسلحہ اور لیزر ہتھیار کثرت سے بنائے جانے لگے جس سے درجہ حرارت کا بڑھ جانا قدرتی امر تھا۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی چیز کی حفاظت کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب اس کے وجود پر خطرہ منڈلانے لگتا ہے اس لیے ماحولیات کی اصطلاح اور پاکیزگی کو قائم رکھنے کی کوششیں اس وقت ہو رہی ہیں جب ماحول پوری طرح کثیف و ثقیل ہوتا جا رہا ہے۔(٦٧)

پیڑ پودے بلا تخصیص ہر ایک کو فائدہ پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ اپنے دشمنوں (بلا وجہ انہیں کاٹنے والوں) کو بھی محروم نہیں رکھتے لہذا بیک وقت افراد، معاشرہ اور حکومت اور اداروں کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ موجودہ درختوں کی نہ صرف آبیاری کریں بلکہ ان کی حفاظت کا بھی خاص اہتمام کریں، حکومت اپنے فلاحی فنڈ سے جنگلات کی حفاظت کرے اور جن علاقوں میں درختوں کی کمی ہے وہاں زمین کو

ہموار کر کے جنگلات کے لیے ساز گار بنایا جائے۔ حکومت کو چاہیے کہ Earth Day اور Planting Day کو سرکاری سطح پر منائے اور تمام سرکاری وغیر سرکاری اداروں اور تنظیموں کو عملاً اس میں شرکت کی پابند کرے۔

سال میں دو بار شجر کاری کا موسم آتا ہے، ایک دو دن بہت شور ہنگامہ سننے کو ملتا ہے، ہزاروں پودے لگتے بھی ہیں مگر پھر اس کے بعد کوئی خبر سننے کو نہیں ملتی کوئی رپورٹ یا ڈاکو منٹری نشر نہیں ہوتی، حکومت بے روزگار اور محنتی افراد کو مالی اور سیکیورٹی کے کام پر لگا کر افراد اور اداروں سے اس وقت تک باز پرس کرے جب تک کہ وہ پودے تناور درخت نہ بن جائیں۔ درخت صرف سایہ اور پھل پھول ہی نہیں دیتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ہماری رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ بقول شاعر

کتنا بھی رنگ و نسل میں رکھتے ہوں اختلاف　　　پھر بھی کھڑے ہوئے ہیں شجر اک قطار میں (۶۸)

**حوالہ جات:**


A1) محمد طفیل احمد مصباحی، اسلام اور شجر کاری، لاہور۔ ورلڈ ویو پبلشرز، ۲۰۲۰:۴۱

1) مفتی منظور احمد، فقہ القرآن ۲، یونٹ ۱، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، شعبہ قرآن و تفسیر، ۲۰۱۴ص ۲۳

2) القرآن الکریم ۶:۱۴۱

3) القرآن الکریم ۲۶:۱۳۳، ۱۳۴

4) کرنل اشفاق حسین، جنٹلمین اللہ اللہ، لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی، ۲۰۰۸:۱۴۳

5) القرآن الکریم ۲۶:۱۴۷، ۱۴۸

6) کرنل، اللہ اللہ: ۱۴۶

7) حافظ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن: ۱۵۹

8) ڈاکٹر عرفان احمد بیگ، روزنامہ جنگ، کراچی، سنڈے میگزین ۱۶ نومبر ۲۰۱۴:۴

9) شازیہ افتخار خان، جنگلات کی حفاظت، کلام ایجوکیشنل بکس، لاہور، ۲۰۰۹:۹

10) محمد طفیل، مدیر، نقوش رسول نمبر جلد ۲، لاہور ادارہ فروغ اردو، ۲، س ن: ۴۵۹

11) طفیل، نقوش، جلد ۹، لاہور، فروغ اردو، ۱۹۸۴:۱۸۳

12) طفیل، نقوش، جلد ۹، لاہور، فروغ اردو، ۱۹۸۴:۱۸۴

13) طفیل، نقوش، جلد ۹، لاہور، فروغ اردو، ۱۹۸۴، ۱۸۵

14) طفیل، نقوش، جلد ۹، لاہور، فروغ اردو، ۱۹۸۴:۱۸۵

15) علامہ شبلی نعمانی، الفاروق، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۷۶:۲۴۵

16) محمد عاطف شیخ، سنڈے میگزین، کراچی، روزنامہ ایکسپریس، ۱۹ مارچ ۲۰۱۷:۶

17) وجیہہ شیخ، اسسٹنٹ پروفیسر کراچی، مجلہ نوائے سروش (گورنمنٹ ڈگری کالج نارتھ کراچی B-11) ۲۰۱۶:۱۱۹

18) شازیہ، جنگلات کی حفاظت، لاہور، کلام ایجوکیشنل بکس، ۲۰۰۹:۴

19) شازیہ، جنگلات کی حفاظت، لاہور، کلام ایجوکیشنل بکس، ۲۰۰۹:۱۰

20) شازیہ، جنگلات کی حفاظت، لاہور، کلام ایجوکیشنل بکس، ۲۰۰۹:۱۱

21) راقم: ڈاکٹر محمد ارشد

22) اردو مضامین ڈاٹ، انٹرنیٹ

23) شازیہ، جنگلات کی حفاظت، لاہور، کلام ایجوکیشنل بکس، ۲۰۰۹:۱۵، ۱۷

24) وجیہہ، اسسٹنٹ پروفیسر، کراچی، مجلہ نوائے سروش، ۲۰۱۶:۱۲۱

25) شاعرہ: پروین شاکر

26) وسیم عباس، درختوں اور پھلوں سے علاج، راولپنڈی، رومیل ہاؤس آف پبلیکیشنز، ۲۰۱۶:۱۵

27) سیف اللہ خان (پاکستانی ڈرائیور) مقیم، مدینہ منورہ، سعودی عرب ملاقات: ۱۶ جولائی ۲۰۰۹

28) راقم: ڈاکٹر محمد ارشد

(29 شمس الدین ابو عبداللہ القیم الجوزیہ، مترجم: حکیم عزیز الرحمٰن، طب نبوی، لاہور، مشتاق بک کارنر، س ن:۴۲۸

(30 مقصود علی: وارنٹ افسر، پاکستان ایئر فورس، مقیم منہاس ایئر بیس، حمزہ کیمپ کامرہ اٹک

(31 راقم: ڈاکٹر محمد ارشد، سفر سعادت حج ۲۰۱۲

(32 عبد القدیر اشک، انسان دوست درخت،

(33 خواجہ سلطان عارف، گھریلو باغبانی، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۶:۵ 34A) اکبر شاہ نجیب آبادی تاریخ اسلام ۴، دیوبند
انڈیا، س ن:۴۳۸، ۴۳۹

(34 ظہیر الدین بابر، مترجم: نصیر الدین، تزک بابری، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۰۶:۱۳۷

(35 بابر، مترجم: نصیر الدین، تزک بابری، لاہور، الفیصل، ۲۰۰۶:۲۴۶، ۲۴۷

(36 بابر، ترجم، نصیر الدین تزک بابری، لاہور، الفیصل، ۲۰۰۶:۳۶۱

(37 متین طارق، کاروانِ وطن، جمہوریت نمبر (بحوالہ: اسلام اور رواداری) لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۸۶:۱۸۰، ۱۸۱

(38 کرنل، اللہ اللہ، لاہور، مطبوعات سلیمانی، ص

(39 ابن انشاء: چلتے ہو تو چین کو چلیے (بحوالہ شاہین کتابی سلسلہ) جماعت ششم، کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، س ن:۴۱، ۴۲

(40 عاطف شیخ، جنگلات کا عالمی منظر نامہ، سنڈے میگزین، کراچی، روزنامہ ایکسپریس، ۲۰۱۷، ۶

(41 کرنل، اللہ اللہ، لاہور، مطبوعات سلیمانی، ۱۶۰

(42 ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، تاریخ ہسپانیہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۸:۱۷۴، ۱۷۵

(43 ڈاکٹر نصیر، تاریخ ہسپانیہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۸:۱۸۵

(44 ڈاکٹر نصیر، تاریخ ہسپانیہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۸:۲۱۴

(45 ڈاکٹر نصیر، تاریخ ہسپانیہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۸:۲۵۴

(46 ڈاکٹر نصیر، تاریخ ہسپانیہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۸:۲۹۳

(47 مفتی محمد تقی عثمانی، دنیا میرے آگے، کراچی، مکتبہ المعارف، س ن:۱۶

(48 مفتی محمد تقی، دنیا میرے آگے، کراچی، مکتبہ المعارف، ۳۷

(49 مولانا احمد افنان، طارق و موسیٰ کے دیس میں، کراچی، الحجاز، ۲۰۱۳:۱۴۴

(50 رشک، انسان دوست درخت :۲۲۰

(51 عاطف شیخ، جنگلات کا عالمی منظر نامہ، سنڈے میگزین، کراچی، روزنامہ ایکسپریس:۶

(52 شاعر فیض احمد فیض، شعر مٹ جائے گی مخلوق تو انصاف کروگے، منصف ہو تو حشر اٹھا کیوں نہیں دیتے

(53 رشک، انسان دوست درخت :۲۲۲

(54 پروفیسر عارف حسین گیلانی: گھریلو آرائش پودے و درخت، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۰۹:۵

(55 شاعر: ڈاکٹر فرید آزاد، بحوالہ انٹرنیٹ

(56 پروفیسر عارف گیلانی، گھریلو آرائش پودے و درخت، لاہور، الفیصل:۱۲

(57 پروفیسر عارف حسین گیلانی، سبزیات کی کاشت و طبی اہمیت، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۱۰:۲۱۶، ۲۱۸

(58 انٹرویو پروفیسر عظمیٰ نور عثمانی، شعبہ نباتات، کراچی، گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج سیکٹر 11-B

(59 Center of plant conservation university of Karachi, uok. Edu. pkcpc history

(60 Faiza ilyas published Karachi, dawn news 20 feb 2008, www.dawn.com

(61 حافظ نصیر اللہ منصور، چیف ایڈیٹر نوائے چترال، لاہور، ۱۸ فروری ۲۰۱۴

(62 طاہر رشید، چیف ایگزیکٹو ساؤتھ پنجاب فارسٹ کمیٹی، سنڈے میگزین، کراچی، روزنامہ ایکسپریس، ۱۹مارچ ۲۰۱۷: ۶

(63 محمد طفیل مدیر، نقوش، رسول نمبر، جلد۹، لاہور، ادارہ فروغ اردو، ۱۹۸۴: ۱۸۵

(64 رضوان احمد طارق، مڈویک میگزین، کراچی، روزنامہ جنگ، بدھ یکم فروری ۲۰۱۷

(65 رضوان احمد، مڈویک میگزین، کراچی، روزنامہ جنگ، ۲۰۱۷: ۲۳

(66 احمد مصباحی، اسلام اور شجر کاری، لاہور۔ ورلڈ ویو پبلشرز، ۲۰۲۰: ۱۴۸

(67 احمد مصباحی، اسلام اور شجر کاری، لاہور۔ ورلڈ ویو پبلشرز، ۲۰۲۰: ۱۵۱


شاعر: غلام مرتضیٰ راہی